ہیومن ازم

Humanism

تحریر: حامد کمال الدین

ایک نیوز اینٹرن اپنے کسی ناظر کی لائیو کال لیتے ہوئے بار بار اس کی تصحیح کر رہا تھا، جھلا کس بات پر...؟ لفظ ”مسلمان“ کے استعمال پر...! کالر کسی تکلیف دہ صورت حال پر کڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا ’معلوم ہوتا ہے ہم تو مسلمان بھی نہیں ہیں، اینٹرنے ”تصحیح“ کی: ’ہم تو انسان نہیں ہیں‘۔ کالر نے وہی بات دہرائی، اینٹرنے پھر اس کی ”تصحیح“ کی۔ کالر نے قدرے زور دے کر کہا ’ہم تو مسلمان بھی نہیں ہیں‘۔ اینٹرنے اس سے زیادہ زور دے کر کہا: ’وہ بعد کی بات ہے، ہم تو انسان نہیں ہیں‘۔

بظاہر یہ ایک غیر محسوس سی بات ہے! اس کی تہہ میں ایک بڑی عالمی تحریک کام نہ کر رہی ہوتی تو ہم بھی آپ کی طرح یہ سوچتے کہ یہ کوئی ایسی ’نوٹ کرنے والی‘ بات نہیں ہے۔ البتہ ہمارا یہ مضمون پڑھیں تو شاید آپ بھی ہماری طرح کہیں کہ یہ بات نہ صرف ’نوٹ کرنے‘ بلکہ ”چچ پڑنے“ کی ہے۔ ”ہیومن ازم“ کے نام سے چلنے والی یہ عالمی تحریک کیا ہے اور اس کی زد میں اس وقت آپ کا ”کیا کچھ“ ہے، اس کے لیے ہمارا یہ مضمون ملاحظہ فرمائیے... اور ہو سکے تو اپنے شہر کے اصحاب علم و دانش سے بھی اس موضوع کو توجہ لے کر دیجئے۔ مسئلہ خاموش رہنے کا نہیں ہے۔

منشورات ایقظاظ

پوسٹ بکس نمبر 10262 لاہور

’ڈھادی مسجد، ڈھادی مندر...‘!

بھائی کب تک انسانوں کو ”مومن“ اور ”کافر“ کی نظر سے دیکھو گے۔ چھوڑ بھی دو؛ اب تک ’وہیں‘ کھڑے ہو۔ آگے بڑھو۔ انسانوں کو پیار کی نظر سے دیکھنا سیکھو، مشرک ہوں کافر ہوں ہندو ہوں سکھ ہوں انبیاء کو ماننے والوں ہوں انبیاء کو جھٹلانے والے ہوں، اس سے بھلا کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ آخرت میں دیکھی جانے والی چیزیں ہیں دنیا میں نہیں! دنیا کو پیسے، وسائل اور مواقع کی نظر سے دیکھو۔ مخلوق کو بانٹنا ہی ہے تو ”ترقی یافتہ وغیر ترقی یافتہ“ اور ’مہذب وغیر مہذب‘ میں بانٹو؛ کم از کم اچھے تو لگو گے، کیونکہ یہ مطلق ’انسانی‘ قدریں ہیں، اس میں کوئی انسان تم سے اختلاف نہ کرے گا اور جو اختلاف کرے اس کو انکل سام خود دیکھ لے گا! ایسا کرتے ہوئے کوڑھ مغز تو نہیں لگو گے! البتہ ”دین“ کی نظر سے دیکھنا؟... جس میں انسانی ذوق اور رجحانات ہی متفق نہیں اور نہ کبھی متفق ہو پائیں گے لہذا یہ ’تفرقہ‘ کی بنیاد کیسے بن سکتا ہے!؟

بھائی انسان کو انسان کے طور پر دیکھو اور صرف ’انسانی‘ قدروں کی میزان میں تولو۔ ’مطلق انسانی قدریں‘ جو ان حالیہ صدیوں میں ہم پر یکلخت کہیں سے الہام ہوئی ہیں! ’فضیلت‘ اور ’بھلائی‘ کا مطلق آفاقی حوالہ کوئی ہو سکتا ہے تو بس یہی: انسان اور انسان کی متفق علیہ قدریں اور بس۔ اسلام کا بھی کوئی حوالہ دینا ہے تو وہ جو اس ’آفاقی‘ فریم میں فٹ آئے۔ اسلام کے اپنے مستقل بالذات حوالے آخر کس کام کے؟! باقی سب مذہبی گروہ اسی میں فٹ ہو رہے ہیں تو اسلام کیوں نہیں!؟

مسلمانوں کی یہی عادت تکلیف دیتی ہے، ’نئی تبدیلیوں‘ کا ساتھ دینے میں بلاوجہ دیر کرنا؛ آئین نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا! نری ضد! ادھر دیکھو اس دین جدید میں عیسائیت والے کب کے اپنی عیسائیت کو فٹ کرا چکے اور تب سے وہ عیش کر رہے ہیں، کہو تو کوئی ان کی طرف انگلی بھی اٹھائے؛ کچھ انہی سے سیکھ لو۔ یہودیت والے اپنی یہودیت کے لیے اس دین اکبری میں بھاری کوٹہ پاچکے؛ دیکھ لو کس آرام سے جی رہے ہیں۔ ہندو یہاں اپنی الاٹمنٹ کروانے میں لگے ہیں۔ سکھ ہیں تو ان کے مزے ہیں۔ مجوسی، دہریے، ہم جنس پرست سب اپنی اپنی ’ڈومین‘ لے چکے؛ اپنی اپنی دنیا میں مگن، دن گنی رات چو گنی ترقی... اور تم مسلمان، وہی ”ایمان لانے“ کی ضد! ”کفر“ چھوڑنے کی ہٹ! ”انبیاء“ کو منوانے اور ان کا دامن تھامنے پر اصرار؛ جس

کے بغیر نہ نیکی تمہارے ہاں نیکی ہے، نہ کوئی خوبی تمہارے ہاں خوبی ہے۔ کسی کا جنت اور جہنم پر ایمان نہیں تو بھی اس کی خیرات اور ”چیریٹی“ میں بھلا کیا نقص ہے جو تم اسے ذرہ بھر وقعت دینے کے لیے تیار نہیں! کسی کا مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور جو ابداہی کے لیے خدا کے حضور پیش ہونے پر یقین نہیں تو اس کی ”خدمت انسانیت“ میں آخر کیا عیب ہے جو اس کے ان اعلیٰ کارناموں کو تم رتی بھر وزن دینے پر آمادہ نہیں۔ کوئی اپنے بتوں کے نام پر چڑھاوادے، خدا کے ساتھ ٹھہرائے ہوئے اپنے کسی شریک کے نام پر ذبیحہ کرے، دیویوں کی رضا جوئی میں ہسپتال کھولے، لنگر چلائے، انسانوں کو نفع پہنچائے تم اس کو بھی جہنم کی وعیدیں سنانے سے نہیں ٹلتے۔ خدا کا خوف کرو۔ یہ تمہارا کیسا خدا ہے جو غریب کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھ سکتا، نادار کے پیٹ میں کھانا پڑتا برداشت نہیں کر سکتا محض اس لیے کہ وہ ذبیحہ یا چڑھاوا جو اس انسان کے پیٹ میں گیا خاص اُس کے نام پر ہونے کی بجائے اس کے کسی ’شریک‘ کے نام پر کر ڈالا گیا تھا؟! رزق، وسائل اور انسانی جذبوں کی ایسی ناقدری!؟

جو حکم مردار کا وہ حکم تمہارے نزدیک اُس نفع بخش صحت مند ’healthy‘ رزق کا جو غیر اللہ کے نام کر دیا گیا! حفظانِ صحت کے اصولوں کے تحت اس میں کوئی ایک بھی تو کمی آئی ہو! اس میں بھی تو انسانوں ہی کے ساتھ بھلائی کی گئی ہے۔ وہ بھی تو غریبوں، یتیموں اور ناداروں کو کھلایا جاتا تھا۔ ایسا خرہ!؟

نہ بھلائی تمہارے نزدیک بھلائی۔ نہ اچھائی تمہارے نزدیک اچھائی۔ انسان کا سارا ٹیلنٹ رُل جائے، احساسات خاک میں مل جائیں، سماجی میلانات مجروح ہو کر رہ جائیں، بس تمہاری یہ ایک شرط پوری نہیں ہوئی کہ اس آدمی نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر تمہارے قرآن اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دم نہیں بھرا تو تم اس کا سب کچھ اکارت ٹھہرا دیتے ہو۔ دودل جڑیں تو تمہیں تکلیف ہونے لگتی ہے، تمہاری ’غیرت‘ جاگ اٹھتی ہے اور تمہارا یہ ”ادیان کا فرق“ ایک مسلم لڑکی اور ہندو لڑکے کے پیار میں آڑے آجاتا ہے؛ ذرا خود سوچو ”پیار“ ایسی آفاقی قدر، جس پہ دلوں کو اختیار ہی نہیں ہے! اور جس کے ’نقدس‘ پر ہمارے ادب اور شاعری نے ڈیڑھ سو سال تک تمہارے دماغ صاف کرنے کے لیے مغز ماری کر لی، اسٹیج، فلم، ڈرامے اور شو بزنس زور لگایا، تھیسٹر وہاں سا ہو گیا، ریڈیو نے گلاتھکا لیا، لچر گانے باز گشت بنے تمہارے پیچھے پھرتے

رہے، ہمارا آرٹ، فیشن، میڈیا سب بھاڑ جھونک بیٹھے اور تمہاری وہی ایک رٹ: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهِنَّ (الممتحنہ: 10) ”نہ یہ (مومن عورتیں) ان (مشرک مردوں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (مشرک مرد) ان (مومن عورتوں) کے لیے!“

”ملتوں کا فرق“ کسی گہری خلیج کی طرح تم نے اپنے اور دوسرے انسانوں کے مابین ڈال رکھا ہے؛ اندازہ تو کرو ایکسویں صدی میں بھی تم اسی خلیج کو گہرا کرنے میں لگے ہو! ”کفر و اسلام“ نام کی یہ فصیل تم اس عہدِ گلوبل ازم میں اٹھانے کی سوچ رہے ہو؛ تمہاری یہ ہمت! ایسی اونچی فصیلیں یہاں تم ہمارے اُس مطلوبہ جہان کے راستے میں کھڑی کرنے لگے جس کے، ہمارے ’انسانیت‘ کے غم میں گھٹنے والے میسونی Freemasonic داغوں نے، صدیوں خواب دیکھے تھے اور جس کے راستے کی ایک فصیل ’خلافت‘ کو ہم نے بمشکل تمام گرایا اور پھر اس کو گرانے کے بعد بھی سو سال تک اپنی مطلوبہ تعمیرات کے لیے زمین ہموار کرتے رہے کہ تم ایک نئی فصیل کھڑی کر لائے: ملتوں کا فرق! کافر سے براءت! شرک اور اہل شرک سے بیزاری! ”مغضوب علیہم“ اور ”ضالین“ ایسی بھیانک اصطلاحیں جو ’پنجوقتہ نماز‘ سے ہی نکالی جانے لگیں! اور اس کی ایسی تفسیریں جو سوائے کچھ سرپھروں اور شدت پسندوں کے کسی کو ہضم ہونے کی نہیں اور جو اس کرۂ ارض کو (”ہمارے“ مطلوبہ نقشے پر) کبھی امن کا گہوارہ¹ بننے دینے والی نہیں!

یہ ہے نیامذہب جس کا نام ہے ”انسانیت“ یا ”انسان پرستی“۔ ”ہیومن ازم“۔ ان کا کہنا ہے یہ ہیومن ازم ہر مذہب والوں کا ”مذہب“ ہو سکتا ہے، بلکہ یہ تمام مذاہب کی اچھائیوں کا نکالا ہوا ست ہے اور انسانیت کے جملہ امراض کیلئے آکسیر۔ ہر مذہب کی اچھی چیز اس میں آپ سے آپ آگئی ہے۔ آپ عمل اس پر کریں، پیراڈائم اس کا قبول کریں، البتہ نیت چاہے جس بھی مذہب کی کریں۔ اچھائی کا آفاقی تصور یہاں سے لیں۔ بلکہ اچھائی ہے ہی آفاقی جو کسی اختلافی حوالے کی پابند نہیں اور کسی نزاعی حوالے کی متحمل نہیں۔ لہذا اچھائی وہ جو ’یونیورسل‘ ہو، یہ کر لیں تو آپ دین ’ہیومن ازم‘ پر ہوئے۔ اضافی طور پر آپ کچھ اور ہوں،

¹ گویا اسلام کے عہد اول میں تو امن پایا ہی نہیں جاتا تھا! حالانکہ اسلام کے سائے میں یہود و نصاریٰ کو جو امن، آسودگی اور تحفظ میسر رہا اس کی تاریخ سے مثال نہیں ملتی۔ واللہ علی ذلک

اس سے فرق نہیں پڑتا؛ مسلمان، ہندو، عیسائی، دہریہ، سب غیر متعلقہ ہے؛ دیکھنا یہ ہے کہ آپ میں 'اچھائی' کتنی ہے۔ یہ 'اچھائی' ہیومن ازم کی چیز ہے، باقی مسئلہ مذاہب کے اپنے اپنے ہیں۔ مذاہب کو اگر یہ دعویٰ ہے کہ وہ دنیا میں 'اچھائی' کو فروغ دیتے ہیں، اور ظاہر ہے کس مذہب کو یہ دعویٰ نہیں، تو وہ اپنے آپ کو 'ہیومن ازم' کی عدالت میں پیش کریں؛ کیونکہ 'اچھائی' کا سارا اجارہ اس کے پاس ہے!

آئیے اس 'اجارے' کی کچھ روداد سنیں...

مذہب حاضر کیے جائیں!

چنانچہ آج ہر مذہب 'ہیومن ازم' کی عدالت میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اپنی 'اچھی باتیں' اس کے حضور زیادہ سے زیادہ نمایاں، اور اپنی وہ باتیں جو اس عدالت میں رد ہو سکتی ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ پیچھے کرنے لگا ہے! اپنی ان 'قابل اعتراض' باتوں پر پردہ ڈالتے ہوئے، یا ہیومن اسٹ پیروڈائم کے ساتھ ان کی زیادہ سے زیادہ مطابقت کروانے کی خاطر ان کو 'تاویل'² کے عمل سے گزارتے ہوئے... ہر مذہب آج یہاں اعلیٰ سے اعلیٰ نمبر لینے کے لیے کوشاں ہے؛ اور اپنی کارکردگی روز بروز بہتر کرنے لگا ہے۔ ہر مذہب کے حاصل کردہ نتائج پر آپ اگر ایک نظر دوڑالیں اور چند عشرے پیشتر کی صورت حال کے ساتھ اس کا سرسری موازنہ ہی کر لیں، تو آپ دنگ رہ جاتے ہیں... خدا یا! یہ تو مذاہب کی 'اصلاح' بھی ہے!

'مذاہب' جو کبھی "انسان" کی اصلاح کرنے بیٹھے تھے اور ہزار ہا سال تک اس کو جہنم، تباہی، عذابِ الہی، 'دیوتاؤں' کی پکڑ، 'دیویوں' کے روٹھ جانے، پریوں کے بگڑ جانے، ارواح کے انتقام، اور نجانے کیسی کیسی بھیانک اشیاء سے ڈراتے اور مرعوب کرتے رہے تھے، یہاں تک کہ بے چارے کا ڈر ڈر کر بر حال ہو گیا تھا... حضرت "انسان" جاگے، اور اپنے 'اختیارات'،

² تاویل... جو کہ یہاں پر سب سے زیادہ 'قدر' پانے اور سب سے بڑھ کر 'دستگیری' کے لائق مانی جانے والی چیز ہے! ہر مذہب آج بڑی تیزی کے ساتھ اس 'عمل' سے گزارا جا رہا ہے اور اس کی نہ سمجھ آنے والی باتیں طریقے طریقے سے دور حاضر کے تصورات کے مطابق 'ایڈجسٹ' کی جا رہی ہیں؛ figurative study of the spiritual text کے تحت۔ اس پر کچھ بات آگے آرہی ہے۔

اور اپنی 'حیثیت' و 'صلاحیت' معلوم کی، تو اُلٹا ان مذہب کی اصلاح کر ڈالی اور ان کو ایسا سیدھا کیا کہ اب ایک ایک مذہب 'بندہ' بن کر حضرت کی درگاہ سے دوالینے پہنچتا ہے! ہر مذہب باقاعدہ یہاں 'علاج' کروانے آتا ہے، جو کہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے اور آئے روز اپنے ناقابل یقین نتائج سے حیران کرتا ہے!

یہاں سے مذہب کی تاریخ میں باقاعدہ ایک تحریک سامنے آئی جو کہ اب دنیا کا ایک مقبول ترین فیشن بھی ہے، تحریک بھی، اور ایجنڈا بھی: religious reform یعنی مذہب کی اصلاح۔ یہ کوئی ہمارا دیا ہوا لفظ نہیں، اور نہ یہ کوئی فقہ چست کرنے والی بات ہے۔ یہ ایک باقاعدہ اصطلاح ہے جو اس تاریخی عمل کو خود اہل مغرب کی طرف سے دی گئی: "ادیان کا ریفرام"، اور جو کہ "ہیومن ازم" کے ضمنی نتائج میں شمار ہونے والی ایک بہت بڑی عالمی حقیقت ہے۔ سب باخبر لوگوں کا ماننا ہے کہ "ہیومن ازم" اس لحاظ سے لادین فلسفوں ہی نہیں روحانی مذہب کی تاریخ کا بھی ایک نہایت عظیم قابل ذکر واقعہ ہے۔ ایک ایسا واقعہ جس نے ادیان ایسی 'خود سر' اور 'عقل' سے بالاتر 'ما فوق الفطرت' چیز کا رخ موڑ دیا۔ اس کے پرکتر ڈالے۔ ایک نری 'غیر روحانی' چیز جس نے 'روحانیت' کا دھار بدل دیا۔ بلکہ ادیان کی ہیئت ہی تبدیل کر ڈالی۔ یہاں تک کہ سب ما فوق الفطری مذہب 'انسان' کا کلمہ پڑھنے لگے! اپنی اس کامیابی پر خود 'ہیومن اسٹ' حیران ہیں؛ شروع میں یہ بات ان کے اپنے وہم و گمان میں نہ ہو گی کہ سب 'خدا رسیدہ' مذہب اس رند کی دست بوسی کو ایک دن یوں حاضر ہوں گے!

زیادہ لوگ تو 'ہیومن ازم' کو ایک ایسے فلسفے کے طور پر ہی لیتے رہے تھے جو خدا (یا 'خداؤں') کی بجائے انسان کی مرکزیت پر اعتقاد رکھتا ہے، جس کی بنیاد پر انسان نے اپنے معاملات زندگی اب خود اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں اور ان کو خدا (یا 'خداؤں') کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیا ہے جس کے لیے اسے یہاں کے پنڈتوں، گیانیوں، احبار، رہبان اور مشائخ کے پاس جانا ہوتا اور ان کے خخرے اٹھانے پڑتے۔ انسان نے فیصلہ کیا کہ کوئی بیرونی قوت اپنے ان 'مخصوص نمائندوں' کے ذریعے اس کو اپنے قیود اور ضوابط کا پابند نہ کرے؛ بلکہ کوئی قیود اور ضابطے اگر اس کی ضرورت ہیں تو یہ بات وہ خود اپنی سوچ سے طے کرے، کیونکہ اپنے برے بھلے کی تمیز یہ انسان خود کر سکتا ہے، خیر و شر کا شعور اس کو بدرجہ اتم حاصل ہے، اچھائی

اور بھلائی خود اس کے پاس بہت ہے اور بھلائی کی آفاقی قدریں خود اس کو بہت سمجھ آتی ہیں، اس کے لیے خدا اور آخرت کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں، اور اگر کسی کی ضرورت ہیں تو وہ لائے مگر اس کو اپنے تک رکھے اور اس کو کوئی ایسا 'مطلق حوالہ' بنانے کی کوشش نہ کرے جس پر انسان کا خوب یا بد ہونا 'موقوف' ہی ہو کر رہ جائے۔ خیر اس کے بغیر بھی پائی جاسکتی ہے۔ اور شر سے اس کے بغیر بھی اجتناب ہو سکتا ہے۔ بلکہ "ہو رہا" ہے!!! لہذا کوئی ایسے آسمانی حوالے جو کسی شخص کے اپنے دل کو تسکین دیتے ہیں وہ سب پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ ایک 'اضافہ' ہو تو ہو "اصل" نہیں ہے۔ "حوالہ" وہ نہیں ہو سکتا۔ "سند" ہم اس کو نہیں کہیں گے۔ ایسی اشیاء 'موضوعی'، 'subjective' ہی ہو سکتی ہیں یعنی جس کے من کو بھائیں وہ انہیں اختیار کرے؛ مگر سب کو ان کا پابند نہ کرے۔ "خیر" ایک 'مطلق و مستقل حوالے' کے طور پر البتہ وہ ہے جو انسان کو سمجھ آئے۔ اور "شر" بھی وہ ہے جو انسان کو سمجھ آئے۔ اور جب خیر اور شر کی تعریف ہی یہ ہے³ تو خیر اور شر کے حوالے 'آفاقی' universal ہی رہیں گے، یعنی جن میں انسانوں کے مابین نزاع نہ ہو اور نہ کسی ایسے نزاع یا جھگڑے کی اس جہان میں اجازت ہونی چاہئے۔

بہت ہو لیا، انسان خدا (یا 'خداؤں!') کے نام پر بہت لڑ لیا؛ ایسے جھگڑے خرد کی اس دنیا میں اب مزید برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ اب یہ تو کوئی جا کر خدا (یا 'خداؤں!') کو سمجھاتا کہ اس ڈھیر ساری عقل کے مالک انسان کی دنیا میں خدا کو اگر ایک آفاقی حوالہ universal reference بنا تھا تو اس کو یہاں اتنے متضاد و مختلف الخیال مذاہب کے ذریعے انسانوں سے رابطہ نہیں کرنا چاہئے تھا! یہ تو اپنا اعتبار credibility خود کھودینے والی بات ہوئی! کون ان کے اختلافات کا فیصلہ کرتا پھرے کہ ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون؛ اس جھوٹ سچ کے فیصلے نے ہی تو خدا (یا 'خداؤں!') کے نام پر یہ اتنی ساری لڑائی کروائی ہے؛ جو اس جھگڑے کا 'فیصلہ' کرنے چلے کیا وہ خود بھی اس کا فریق نہ بن جائے گا؟! اور ویسے اس کے بغیر ہمارا کونسا کام رکا ہے جو سب کچھ چھوڑ کر یہ فیصلہ کرنے چلیں کہ خدا کے نام پر بولنے والوں میں یہاں

³ خود ہمارے مذہبی جدت پسندوں کے بقول: معروف اور منکر کی حقیقت 'از روئے اسلام' بھی یہی ہے، یعنی 'رائے عامہ' جس کی تشکیل آپ جانتے ہیں کون کرتا ہے؛ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں!

کون سچا ہے اور کون جھوٹا؛ لہذا ہم تو بلا تمیز ان سب سے کہیں گے کہ مہربانی فرما کر آپ ہمیں یہ کارِ جہان نبیؐ نے دیں اور اپنے یہ جھگڑے اٹھا کر باہر تشریف لے جائیں، اُدھر یہ شوق پورا کریں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؛ ہماری تو یہ ضرورت نہیں ہے! پس خدا کے نام پر سچ بولنے والے بھی دنیا میں اگر کوئی ہیں (اور جن کو زمین کے تین جڑے ہوئے براعظموں کے وسط میں بسنے والی ڈیڑھ ارب کی ایک امت کے یہاں ”خدا کے فرستادہ انبیاء“ کہا جاتا ہے اور جن کی ایک ایک بات کو ان کے ہاں پوری سند کے ساتھ تلاش کیا جاتا ہے) تو ہماری بلا سے⁴، وہ اتنے ہی غیر متعلقہ ہیں جتنے وہ لوگ جو آپ کے خیال میں خدا پر جھوٹ باندھ رہے ہیں۔ لہذا ’آسمانی قوتیں‘ اگر کہیں ہیں بھی تو انسانوں کے ساتھ ’کومیونیکیشن‘ کے معاملہ میں پہلے قدم پر وہ ایسی فاش غلطی کر بیٹھی ہیں کہ اس سے سارا مسئلہ الجھ کر رہ گیا ہے (اور جس کی بنیاد پر ہم نے تو اپنی طرف سے ان کو ’فیل‘ کر دیا ہے) اور جس سے لازم آچکا ہے کہ خدا کے نام پر جھگڑنے والے ان سبھی طبقوں کو بلا امتیاز ہم اپنی دنیا سے باہر کر دیں۔ (هَذَانِ خَصْمَانِ اِخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ)⁵ سچے اور جھوٹے، سب باہر جا کر جھگڑیں؛ ہمارے پاس نہیں! اور باہر بھی ہم ان کو ایک حد تک ہی جھگڑنے دیں گے؛ اس دنیا کا امن و امان اب ہماری ذمہ داری ہے؛ ’خدا‘ کے ہاتھ میں یہ دنیا دے کر ہم نے بہت دیکھ لیا، اب ’خدا‘ والوں کے ہاتھ میں یہ دنیا نہیں رہی ہے تو خود دیکھ لو پچھلی دو صدی سے دنیا کیسا امن و سکون کا گہوارہ ہے!⁶

⁴ اس کو ہمارے علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں ”کفر اعراض“ کہتے، اور جو کہ انبیاء کے ساتھ کفر کرنے کی سب سے عام صورت ہے۔ ”کفر اعراض“ کی تعریف کرتے ہوئے امام ابن قیم فرماتے ہیں:

وَأَمَّا كُفْرُ الْإِعْرَاضِ فَأَنْ يَعْزُضَ بِسَمْعِهِ وَقَلْبِهِ عَنِ الرَّسُولِ ، لَا يَصَدِّقُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ ، وَلَا يُوَالِيهِ وَلَا يُعَادِيهِ ، وَلَا يَصْغِي إِلَى مَا جَاءَ بِهِ الْبَيِّنَاتُ (مدارج السالکین ج 1 ص 347)

”رہا کفر اعراض تو وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے کان بھی رسول کی جانب سے پھیر لے اور اپنے دل کی توجہ بھی نہ وہ رسول کی تکذیب کرے اور نہ تصدیق نہ وہ رسول کا ساتھی ہے اور نہ رسول کا دشمن۔ یہ رسول کی بات پر کان دھرنے کے لیے ہی تیار نہیں۔“

⁵ (لُح: 19) ”یہ دو فریق جن کا جھگڑا اپنے رب کی بابت ہے۔“

⁶ ایسا ’امن‘ کا گہوارہ ہے کہ دورِ ماضی کا انسان اس پر رشک ہی کرے! یہ خود جانتا ہے، بیسویں صدی کے نصف اول میں لڑی گئی صرف دو عالمی جنگوں میں جو ہرگز ہرگز ’خدا‘ کے نام پر نہیں لڑی

چنانچہ زیادہ لوگوں نے تو ”ہیومن ازم“ کو ایک ایسے فلسفے کے طور پر ہی لیا تھا جو خدا (یا خداؤں!) کو ہٹا کر زمین کے سب معاملے ”انسان“ کو سونپتا ہے۔ اس میں انسان آپ ہی اپنا مقصود ہے؛ کوئی اور ہستی ایسی شان نہیں رکھتی کہ یہ اُس کے لیے پیدا ہوا ہو اور وہ اس کی مقصود اور معبود ہو، اور یہ اُس کی رضا جوئی کے لیے پریشان ہوتا پھرے۔ اس میں انسان کی اُن ’طبعی‘ خوبیوں کو بنیاد بنایا گیا ہے جو خیر اور شر کی تمیز کرنے میں ایک مستقل بالذات حوالہ ٹھہرتی ہیں اور اس کے ماسوا کسی حوالے کی محتاجی ختم کروادیتی ہیں۔ جس کا آپ سے آپ نتیجہ ہو گا کہ یہ ’اچھائی‘ اور ’برائی‘ کا صرف ایک ایسا تصور قبول کرے جو انسانوں کے مابین نزاعی نہ ہو۔ یوں انسان کو اُن سب اختلافی حوالوں سے بے نیاز کر دینے کے بعد (ان اختلافی حوالوں میں ظاہر ہے سرفہرست مذہب آتے ہیں)، کہ جب اس کے پاس صرف وہ قدریں بچتی ہیں جن پر ’آفاقی‘ (universal) اور ’غیر نزاعی‘ (non-controversial) ہونے کا ٹھپہ

گئیں ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان لقمہ اجل بنے۔ اس کے بعد نصف صدی تک چلنے والی مسرد جنگ میں جو ہر گز ہر گز ’خدا‘ کے نام پر نہیں لڑی گئی کروڑوں انسانوں نے زندگی اور آزادی سے ہاتھ دھوئے؛ یہاں تک کہ آدھی صدی یوں گزری کہ ’اسٹیجی جنگ‘ تمام اہل زمین کے سروں پر کسی کوہِ بنی اسرائیل کی طرح لٹکتی رہی، اور ایسا زمین نے آج تک کبھی نہیں دیکھا تھا، اور جو کہ اب بھی ختم نہیں ہو گیا ہے بلکہ وہ صورتحال مسلسل سنگ رہی ہے اور آئندہ عشروں میں اس سے کہیں زیادہ بھڑک کر سامنے آسکتی ہے... اس سارے فساد کا، جو زمین نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا، حوالہ دور نزدیک سے ”خدا“ نہیں تھا بلکہ ایک ’انسانی مسئلہ‘ تھا کہ دولت کا حصول اور تقسیم کس طرح ہو (کسیڈپٹل ازم اور کیمونزم کا جدل)۔ یہ ہے بیسویں صدی کا قصہ؛ پوری تاریخ انسانی میں اتنا خون نہ بہا ہو گا جتنا اس ایک ہی صدی میں بہہ گیا۔ کون اس ’ہیومن‘ جانور کو بتائے کہ فساد اور خونریزی خود اس کی خصلت میں ہے (جس کا حساب دینے کیلئے ہم انبیاء کے پیروکار اس نفس کو تزکیہ دیتے اور ’مالکِ یومِ الدین‘ کا ورد کرتے ہیں، جو اگر دل میں اتر جائے تو کسی کا خون کرنا تو درکنار آدمی کسی کا بال بیکا کرتے ہوئے بھی جو ابد ہی کے خوف سے کانپتا ہے)۔ ظلم اور بغی دراصل اس درندے کی سرشت میں ہے جو زمین کو قتل گاہ بناتی ہے؛ اس ظلم اور زیادتی کو تو ’خدا‘ اور ’ایمان‘ کے کھاتے میں ڈالنا البتہ بھلائی اور انصاف کو اپنی (ہیومن) نیچر سے جوڑنا۔ کاغذ اور اکتبر ہی نہیں بلکہ شیطنیت ہے کہ اسے حجت بنا کر یہ مخلوق کو قائل کرتا پھرے کہ وہ ’خدا‘ کو اس ”اپنی“ دنیا سے باہر کر دیں۔ وَلَا يَجِئُ الْمَكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ

ہو... 7 انسان کو اپنی 'انسانیت' نکھارنے، 'بھلائی' اور 'خدمتِ خلق' کرنے اور 'برائی' اور 'زیادتی' سے اجتناب کرنے کے اعلیٰ ترین اسباق دیے جاتے ہیں۔ تو پھر اب خوب، بد، درست، غلط، جائز، ناجائز، واجب، مباح، رشتوں ناطوں کی نوعیت اور رہن سہن کے جملہ امور یہ "انسان" (اپنے کچھ "مخصوص" دماغوں کے ذریعے) "خود" طے کر سکتا ہے؛ انبیاء کو اس معاملہ میں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں...! اس لحاظ سے "ہیومن ازم" وہ اصل زہرناک شجر ہے جس پر ابھی تک 'ڈیپو کریسی'، 'کیپٹل ازم'، 'میکولرزم'، 'نیشلززم'، 'برلرزم'، 'کمپوززم'، ایسی خوفناک ڈالیاں نمودار ہوئیں اور اسی طرح کی اور بے شمار ڈالیاں ابھی مزید پھوٹ سکتی ہیں۔ یا یوں کہئے ان سبھی کا اللہ ایک ہے ('انسان دیوتا') اور دین بھی ایک ہے ('انسان دیوتا کی خوشنودی')، پھر بھی ان کے مذہب یا تو متنوع ہیں یا متضاد۔ (مثال کے طور پر اس دین کا ایک ہی اصول "انسان کی آزادی" کی تفسیر کیپٹل ازم کے ہاں جو ہوتی ہے کمیونزم کے ہاں اس کے بالکل الٹ ہوتی ہے؛ جبکہ اصول دونوں کا ایک ہے: 'انسانی آزادی')۔ پس اصل دین ان سب لوگوں کا ایک ہے: ہیومن ازم، باقی اس کی شاخیں ہیں۔

"ہیومن ازم" کو اس پہلو سے تو سبھی جانتے ہیں۔ اور اس حوالے سے یہ ایک باقاعدہ دین ہے ان سب روایتی مذہب کے مقابلے پر جو انسان کو ایک مستقل بالذات ہستی کے طور پر لینے کی بجائے اسے ایک مافوق الفطری طاقت (یا 'طاقتوں') کا پرستار بناتے ہیں۔ "ہیومن ازم" کا ایک الگ تھلگ دین ہونا بھی کوئی باعث تعجب بات نہیں۔ روایتی مذہب کے مقابلے پر ایک نیا دین، اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ ادیان ایک دوسرے کے حریف ہوں، یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ انسانوں کا ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں چلے جانا بھی کوئی انہونی خبر نہیں۔ ہر دین کا اپنا ایک ڈسکورس ہے جو چاہے اسے قبول کرے اور جو چاہے اس کو مسترد کرے اور کسی دوسرے دین کے ڈسکورس میں اپنی تسلی ڈھونڈے۔ کہیں تسلی نہیں ہوتی؛ خود کوئی دین گھڑ لے۔ "ہیومن ازم" بھی ان ادیان میں سے ایک دین ہوا؛ کسی کی تسلی ہیومن ازم میں ہوتی ہے تو وہ سو بار اسے قبول کرے۔ ہمارے اور اس کے فیصلے کے لیے قیامت کا ایک دن طے ہے؛ اور موت تک اس کی مہار ڈھیلی ہے۔ آخر مسئلہ کیا ہے؟

ادیان کی ریفارم!

یہ مسئلہ... ہیومن ازم کی وہ جہت ہے جو ”مذہب کی اصلاح“ سے تعلق رکھتی ہے۔ ادیان کے پرکترنے سے متعلق ہے۔ ہر مذہب اپنا اپنا ڈسکورس رکھے، اس سے کب گزارہ ہوتا ہے! تو پھر کیا کیا جائے...؟

ہمارے حالیہ ابلاغی و تحقیقاتی رویے کچھ یوں تشکیل ہونے چاہئیں:

ہر مذہب بات اپنی ہی کرے، یہ اس کا حق ہے، مگر اس کے لیے ڈسکورس ہیومن ازم کا لے! چلیں پورا ڈسکورس نہ لے (ذرا وقت کے لیے) آدھا ہی لے، مگر لے سہی!

1. کم از کم بھی، اپنے مذہب کی وہ باتیں جو سب انسانوں کے مابین مشترک اور سب کے لیے قابل قبول ہیں (قرآن میں مذکور ”کلمۃ سواہ“ کی دجالی تفسیر)⁸ ان کو زیادہ آگے لے کر آئے۔ یعنی انسانیت کے یہاں جو امور ’غیر متنازعہ‘ ہیں ان کو ’متنازعہ‘ امور کی نسبت ذرا زیادہ اہمیت دے دے۔ اب دیکھیے ناہم نے آپ کے مذہب کو کوئی ہاتھ تھوڑی لگایا ہے۔ وہ ’متنازعہ‘ امور بھی آپ کے مذہب کا حصہ رہے اور یہ ’غیر متنازعہ‘ امور بھی۔ ہم نے دونوں کو نہیں چھیڑا۔ ہم نے تو صرف اتنا کہا ہے کہ آپ اپنے ہی مذہب کے ایک حصے کو (جو کہ تمام انسانوں کے ہاں ’غیر متنازعہ‘ ہے اور جو کہ سچی بات ہے ہمیں بھی آپ کے مذہب میں بہت اچھا لگتا ہے) ذرا زیادہ نمایاں کر دیں۔ اس پر ”زور“ کچھ زیادہ دے دیں!

2. پھر اگلے مرحلے میں، وہ ’غیر متنازعہ‘ امور جو ہمیں آپ کے مذہب میں بہت پسند آئے ہیں، ذرا اس انداز میں بیان کریں کہ وہ اپنے اندر زیادہ سے زیادہ ’انسانی‘ اور ’بین الملل‘ لہجے لیے ہوئے ہو۔ اس کے بہت زیادہ حوالے آپ اپنے ہی مذہب کے مخصوص دلائل سے دیں گے تو اس میں ’آفاقیت‘ universality نظر نہیں آئے گی؛ لہذا جب وہ مسئلہ سب انسانوں کے ہاں ’غیر متنازعہ‘ ہے تو اس کو بتانے اور سمجھانے کا اسلوب بھی اگر ’غیر متنازعہ‘ ہی ہو تو سونے پر سہاگہ رہے؛ تب یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے قابل

⁸ کَلِمَةُ سَوَاءٍ کے حوالہ سے دیکھئے ہماری کتاب ”شروط لاء اللہ اللہ“ کی فصل: ”بیثاق لاء اللہ اللہ اللہ“۔

قبول ہوگا؛ دوسرے مذہب والے بھی اس سے 'متاثر' ہوں گے اور خود آپ کے مذہب کی پذیرائی بڑھے گی۔ یعنی ان احکام کے 'عقلی' اور 'منطقی' اور 'فطری' دلائل زیادہ دیں۔ خود آپ نے دیکھا ہو گا جب آپ ان احکام دین کی 'عقلی توجیہ' فرماتے ہیں تو سب 'پڑھے لکھے' اس پر آش آش کراٹھتے ہیں اور نکتہ در اس پر سردھنتے ہیں۔ البتہ جب آپ ان ثقیل عبارتوں کی طرف جاتے ہیں جو اکثر لوگوں کو سمجھ ہی نہیں آتیں یا 'اسناد' وغیرہ کی بحث لاتے ہیں تو آپ نے نوٹ کیا ہو گا اکثر 'باشعور' لوگ اس وقت جمائیاں لے رہے ہوتے ہیں۔ آج کل زمانہ ہی ایسا ہے حضرت! جن کالجوں یونیورسٹیوں میں یہ پڑھتے ہیں وہاں دراصل ان کا مزاج ہی کچھ ایسا بن جاتا ہے کہ 'غیر عقلی' باتیں ان کے ہاں زیادہ وزن نہیں پاتیں۔ مگر آپ ٹھیک سمجھ گئے ہیں؛ اب ماشاء اللہ آپ ان کو دلیلیں ہی وہ دیتے ہیں جو ان کو 'دلچسپ' لگیں۔ یعنی ایک 'ریشٹل' سا انداز! بس یہ ترکیب کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہو!

ابھی تک ہمارے ساتھ چلنے میں اگر آپ کو مزہ آیا ہے، اور دنیا بھر کے کیمرے آپ کے چہرے کے شیدائی ہونے لگے ہیں... تو پھر اپنے دین کے ان مسئلوں کو جو انسانوں کے مابین 'غیر متنازعہ' ہیں، اپنے دین کا "اصل" ٹھہرا دیں۔ کچھ اس انداز سے ان پر گفتگو کر لیا کریں کہ ادیان کا "اصل مقصود" ہی یہ ہے۔ یعنی ہر مذہب کی جو کوئی بھی 'مخصوص عبادات' ہیں ان کا حقیقی مقصود ایک 'اچھا انسان' پیدا کرنا ہی ہے۔ بلکہ آپ غور کریں تو خود آپ کو اپنے مذہب ہی سے اس بات کے ڈھیروں دلائل مل جائیں گے کہ آپ کے مذہب میں پائی جانے والی سب عبادتوں اور ریاضتوں کا مقصد ایک 'اچھا انسان' پیدا کرنا ہے۔ تو پھر نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے مذہب کے وہ خاص امور یا عقائد یا عبادات جو دوسرے مذاہب میں نہیں ہیں، یعنی جو انسانوں کے مابین متنازعہ ہیں، وہ بھی درحقیقت ان امور کی خاطر ہیں جو سب انسانوں کے ہاں متفق علیہ ہیں۔ انہی متفق علیہ امور کو ہم "اخلاق" بھی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ دین کا اصل خلاصہ "اخلاق" ہی ہے۔ پس آپ کے دین کی یہ چیزیں جو ہر انسان کو اچھی لگیں گی، آپ کے دین کے حکمت ہونے۔ یہ اصل ہیں۔ بنیاد ہیں۔ مقصود ہیں۔ آپ سے آپ ثابت ہیں۔ خود بخود سمجھ آتے ہیں۔ مرکزی

حیثیت کے مالک ہیں۔ جبکہ وہ امور جو انسانیت کے مابین تنازعہ فیہ ہیں، ایک طرح کے متشابہات ہوئے۔ یہ ’محکمات‘ کی جانب لوٹائے جائیں گے۔ یعنی ’محکمات‘ کی روشنی میں سمجھے اور تفسیر کیے جائیں گے۔ اور یہ تو آپکو معلوم ہے کہ ’متشابہات‘ جہاں کہیں ’محکمات‘ سے ٹکراتے ہوئے محسوس ہوں وہاں ’محکمات‘ ہی override کریں گے (یعنی ’متشابہات‘ کو بے اثر کریں گے)۔ اسی کو علمی زبان میں ”تاویل“ کہتے ہیں! یہاں سے ہر مذہب کے وہ امور جو ’انسانیت کے مابین متفق علیہ امور‘ کو مجروح کرتے معلوم ہوں، خود بخود ایک ”تاویل“ کے ضرورت مند ہو جائیں گے۔ اس بات کی ”ضرورت“ اگر آپ کے اہل مذہب میں محسوس ہونے لگے تو دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے دیدہ ور آپ کے یہاں پیدا ہو جائیں گے اور دنوں کے اندر آپ کے لیے دین کی ایک ’تفسیر نو‘ تیار کر دیں گے۔ ان ’دیدہ وروں‘ کو آپ کے اہل مذہب سے توجہ لے کر دینے میں خود ”ہم“ بھی حسبِ توفیق حصہ ڈالیں گے۔ ’انسانیت‘ کا کچھ بھلا ہو جائے، اس سے بڑھ کر بھلا کیا نیکی ہے!

4. اس کے علاوہ، مذہب کے وہ اجزاء جن کو ”غیبیات“ کہا جاتا ہے... کچھ حرج تو نہیں کہ خود ان ”غیبیات“ کو بھی حتی الامکان قوانین طبیعت کی بنیاد پر بیان explain کر کے دے دیا جائے! اس سے ’جدید انسان‘ کا آپ کے مذہب پر کچھ یقین ہی بڑھ جائے گا، کوئی نقصان تو نہیں! یہاں سے؛ انسانوں کو آپ کے مذہب کے بیان کردہ معجزات اور خرق عادت واقعات وغیرہ کی ’سائنسی توجیہ‘ بھی میسر آجائے تو آخر اس میں خرابی کیا ہے! لہذا سب نہیں تو آپ کے اہل مذہب میں کچھ سورما ضرور ایسے ہونے چاہئیں جو اپنے مذہب کے حوالے سے انسانیت کے ’اشکالات‘ خود سائنس ہی کی روشنی میں دور کر دیں! آپ جانتے ہیں، سائنس ’ہیومن اسٹ‘ مذہب میں ”حقیقت کے ادراک“ کا واحد مستند ذریعہ ہے۔ اب جو چیز ”سائنس“ کی بنیاد پر ہی قابل توجیہ explainable ثابت کر لی جائے، یا کم از کم ایک اہل مذہب میں اس کا زعم ہی پیدا کر لیا جائے کہ دیکھو ہمارے دین کی فلاں اور فلاں بات ’سائنس کے عین مطابق‘ نکل آئی... تو اس سے آپ کا مذہب ’ہیومن اسٹ‘ بنیادوں پر نسبتاً زیادہ کوالیفائی qualify کر لیتا ہے... اور

یہ عمل مسلسل 'ارتقاء' کی طرف بڑھتا ہے۔ یعنی "ہیومن ازم" کے شیڈ آپ کے مذہب میں خود بخود جھلکنے لگتے ہیں۔ "ہیومن ازم" والے اس سے متاثر ہوں نہ ہوں، آدمی خود ہی یہ پوشاک پہن کر خوش ہوتا رہتا ہے!

5. اس سے کچھ رجحانات آپ کے یہاں آپ سے آپ تشکیل پائیں گے۔ آدمی صاف نہ بھی کہے، یا نہ بھی سمجھے، اس کا ذہن خود بخود ان 'توجیہات' کی طرف جائے گا جو 'جدید انسان' کے خانے میں باسانی بیٹھتی ہوں۔ مخصوص نظام تعلیم پر قائم ایک مربوط اور بھاری بھر کم جہانی عمل (دیوہیکل یونیورسٹیاں، کانج، سکول، ریسرچ ادارے جن پر کھربوں خرچ ہوتے ہیں) خود بخود یہ انتظام کرے گا کہ 'جدید پیرائے' ایک مذہبی دانشور کے تحت الشعور میں جا اتریں... یہاں تک کہ اپنے مذہب کے 'روایتی فہم' سے وہ ایک خاص وحشت اور انقباض محسوس کرنے لگے اور اُس کے یہاں اشیاء کی ایک مخصوص 'تلاش' پیدا ہو۔ بس اگر یہ "تلاش" پیدا ہو جائے (جو کہ اصل محنت طلب کام ہے) تو آپ جانتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ کبھی ہو نہیں سکتا کہ ایک چیز کی "ضرورت" بول بول کر اپنا آپ بتائے اور اس کی کوکھ سے کوئی 'دریافت' یا 'ایجاد' نکل کر نہ آئے! خدا کے اس جہان میں یہ ممکن ہی نہیں۔ ہر دور اپنی 'پنسلین' کی تلاش میں رہتا ہے؛ اور 'پنسلین' اپنے وقت پہ جا کر لازماً دریافت ہو جاتی ہے! اس کے لیے کوئی بہت معیاری لیبارٹری بھی درکار نہیں؛ کسی میلی کچیلی لیبارٹری سے اس کے ظہور کرنے کا امکان کہیں بڑھ کر ہوتا ہے! ایسی ڈھیروں لیبارٹریاں بے شک پہلے سے یہاں ہوتی ہیں؛ مگر "زمانہ" جب تک اس کے لیے 'بے تابی' ظاہر نہ کرے تب تک یہ ہی رونمائی کی روادار نہیں ہوتی۔ پس زمانے کو ایک چیز کے لیے صرف 'طلب' سامنے لے کر آنا ہوتی ہے۔ اس کے بعد 'رسد' کا ایک ایسا زوردار عمل چھوٹتا ہے جو کہیں روکے نہ رکے؛ اور زمانے کی 'طلب' مختلف کوالٹیوں میں پوری ہونے لگتی ہے!

6. یہ "رسد" ظاہر ہے کسی ایک ہی انداز میں سامنے نہیں آتی۔ ہر چیز کا اپنا اپنا گاہک ہے۔ یہاں ایک ہی ضرورت مختلف 'سطحوں' اور مختلف 'معیاروں' پر پوری ہوتی ہے۔

سب دھارے مل کر ایک ہی عمل کی تشکیل کرتے ہیں اور وہ ہے مذہبِ عالم کا زیادہ سے زیادہ ”ہیومن ازم“ سے ہم آہنگ ہونا۔ اس اصل واقعہ کی صحت میں البتہ کوئی کلام نہیں۔ ہر مذہب میں اس وقت جو ’نئی تحقیقات‘ سامنے آ رہی ہیں ان میں قدرِ مشترک آپ کو یہ ایک ہی چیز نظر آئے گی: ہر مذہب ”ہیومن ازم“ کے مسلسل قریب آ رہا ہے... اور اس ناطے ہر مذہب دوسرے مذہب کے قریب آ رہا ہے۔ اس کے لیے ہر ہر مذہب کے اندر اپروچز approaches البتہ بے حد مختلف اختیار کی جائیں گی، مگر اپنے ’آخری نتیجے‘ end product میں مشترک دکھائی دیں گی۔ عالمی ساہوکار کو البتہ ’آخری نتیجے‘ سے ہی غرض ہے۔ ’بیچ کے مراحل‘ (process phases) ظاہر ہے عبوری (transitional) ہی ہوں گے اور ان کے اندر بڑی حد تک مذہب کا اپنا اندازِ علم (اور اپنی epistemology) ہی استعمال ہوگی، اس کے بغیر ظاہر ہے چارہ نہیں۔ یہاں پر (یعنی ”پراسیس“ کے دوران) اگر آپ مذہب کا اپنا اندازِ علم اختیار نہیں کریں گے تو مذہب، آپ کا ساتھ نہیں دے گا اور آپ کا وہ ’اینڈ پوائنٹ‘ دھراکا دھرا رہ جائے گا۔ کم از کم اہل مذہب اس کو ہاتھ نہیں لگائیں گے جبکہ یہ ضرورت اہل مذہب کے لیے ہی درپیش ہے؛ غیر مذہبی لوگوں کو تو یہ سب پاپڑ بیلنا ہی نہیں وہ تو سیدھا سیدھا ”ہیومن اسٹ“ فلاسفہ کے خریدار بن سکتے ہیں۔ جب یہ ضرورت ’اہل مذہب‘ کے معاملہ میں درپیش ہے تو ”پراسیس“ لامحالہ مذہب کے اپنے اندازِ علم سے کام لیتے ہوئے ہونا چاہئے۔

مذہبِ اسلام کے کیس میں اس کی ایک تقریبی مثال:

پرویزیت اپنے ’اینڈ پوائنٹ‘ کے معاملہ میں ’ہیومن اسٹ‘ پیراڈائم کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری کرتی۔ جب تک اس سے ’بہتر‘ کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی تھی آپ نے دیکھا اس کی اچھی خاصی پزیرائی ہوئی اور وہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ کے طور پر دیکھی گئی۔ ”اصلاحِ مذہب“ کے عالمی ایجنڈا کے حق میں یہ ایک نہایت اعلیٰ پیش رفت ہوتی مگر اس میں نقص یہ تھا کہ ”پراسیس“ کے معاملہ میں وہ (پرویزیت) مذہب کا اپنا اندازِ علم اختیار کرنے میں بہت زیادہ ناکام تھی؛ لہذا ’اہل مذہب‘ میں پذیرائی

پانے سے رہ گئی۔ اب ’غیر مذہبی‘ لوگوں کے لیے تو پرویزیت بھی ایک ’تکلف‘ کے حکم میں تھی، ان کے لیے تو ویسے ہی ’مستند ہے مغرب کا فرمایا ہوا‘۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ خود ’مذہب‘ ہی کی گردن مروڑ کر اس کو ’ہیومن ازم‘ کے گھاٹ پر لایا جائے۔ پرویز کا رخ بے شک بہت ’صحیح‘ تھا مگر ’مذہب‘ کی گردن اس بدبخت سے مروڑی ہی نہ جاسکتی تھی۔ لہذا پٹ کر رہ گیا۔ وہ بہت ’باہر باہر‘ سے زور لگاتا رہا اور خاصے ان گھڑ طریقے سے کام لیتا رہا۔ اُس کی ’تحقیقات‘ پر بچے ہنس لیتے تھے۔ اب ’ہیومن اسٹ‘ ایجنڈا کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں ہے۔ ایسی غیر معیاری چیزیں اس کے کس کام کی! لہذا وہ جتنی بھی دیر رہا مجبوری کا نام شکر یہ تھا، اور مجموعی طور پر ایک ناکام تجربہ تھا۔ البتہ پرویز کے بعد کی ’پیش رفتیں‘ جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں ان میں آپ کو پرویز کی نسبت بہت زیادہ ’پختگی‘ نظر آئے گی۔ خاصاً اور ’بجٹل ورک‘ معلوم ہو گا۔ کم از کم پرویز کے مقابلے پر یہ ’عالمی ضرورت‘ وہ بہت اچھے معیار پر پوری کرتی ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں ذرائع ابلاغ کو آل پرویز اب یاد تک نہیں۔ ان کی آغوش محبت اب ان ’نئی دریافتوں‘ کے لیے کہیں بڑھ کر دستیاب رہنے لگی ہے۔ میڈیا کا لاؤڈ سپیکر ان ’نئی پیش رفتوں‘ کو امت میں پذیرائی دلوانے کے لیے برسر مہم صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

البتہ جیسے ہم نے کہا، مذہب کو ’ہیومن ازم‘ کے گھاٹ پر لانے کا یہ عالمی پراجیکٹ مختلف سطحوں اور مختلف مراحل میں کام کرے گا۔ حالیہ عشروں کے دوران ’پراسیس‘ کے معاملہ میں چھوٹ دینا ایک ضرورت ہے۔ لہذا ’پراسیس‘ کے دوران ہیومن ازم کے مسلمات کو اچھا خاصا نظر انداز کر دیا جانا بھی قبول ہو گا بشرطیکہ ’اینڈ پراڈکٹ‘ آپ جاندار دے سکیں۔ اینڈ پراڈکٹ ’جاندار‘ ہونے سے مراد ہے کہ ’مذہب‘ سے وابستہ طبقے ہی ایک بڑی تعداد میں اس عالمی گھاٹ سے پانی پینے کے لیے ہانک کر لائے جائیں (غیر مذہبی طبقوں کو ہانکنے کی ضرورت نہیں)۔ آپ ’اینڈ پراڈکٹ‘ جاندار دیتے ہیں تو ’پراسیس‘ میں آپ نے جتنی بھی ’غیر ہیومن اسٹ‘ اپروچ اختیار کی ہے، فی الحال قابل قبول ہے، بلکہ غنیمت ہے، خصوصاً اسلام کے معاملہ میں جس سے نمٹنا کسی پہاڑ سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔ یہاں تو اتنا مل جانا بھی ’ہزار نعمت‘ ہے!

البتہ جب مذہبی طبقوں کی ایک بڑی تعداد کو اس عالمی گھاٹ کی چاٹ لگوا دی جائے گی (اور جو کہ 'اسلام' کے معاملہ میں خاصا وقت طلب اور محنت طلب مرحلہ ہے) تو پھر توجہ "پراسیس" پر بھی دی جائے گی۔ یعنی جب اینڈ پراڈکٹ ایک "مسلمہ" اور ایک "محکم" کی حیثیت اختیار کر جائے تو پھر "پراسیس" کے دوران اختیار کیے گئے مقدمات بھی "تفتیح" کے عمل سے گزارے جائیں گے، تا آنکہ یہ بھی "ہیومن اسٹ معیاروں" سے ہم آہنگ ہو جائیں، خواہ اس کے لیے جو بھی کرنا پڑے۔

کئی ایک مذاہب میں اس محاذ پر اچھی خاصی کامیابی پالی گئی ہے (صرف اسلام مزاحمت دے رہا ہے!)۔ یہودی اور عیسائی مذہبی پیشوائیت clergy میں خاصے بڑے بڑے گروہ ایسے سامنے آگئے ہیں جو کھل کر کہتے ہیں کہ ہمارے مذہبی صحیفے صرف تبرکاً پڑھے جانے کے لیے ہیں؛ ان صحیفوں کے 'مشکل مقامات' کو ان کے ظاہری مفہوم پر لینا ہرگز درست نہیں۔ ('مشکل مقامات' سے مراد: ان صحیفوں کی وہ نصوص جو ماڈرن ہیومن اسٹ پیراڈائم سے صاف ٹکراتی ہیں)۔ وہ کسی لگی لپٹی کے بغیر کہتے ہیں کہ ہمارے صحیفوں کی ان نصوص کو بغیر تاویل کیے پڑھنا غلط اور انتہا پسندی ہے اور اس روشن خیالی enlightenment کے دور میں تو معاملہ اس کا متحمل ہی نہیں ہے؛ یہاں تک کہ ایسے سر پھروں کو جو تورات و انجیل کی نصوص کو اب بھی ان کے ظاہری و طبعی معانی پر ہی لیتے ہیں انہوں نے باقاعدہ ایک نام دے رکھا ہے: literalist۔ مراد ہے: 'لفظ پرست' یا 'ظاہری'۔ لفظ پرست تفسیر literal interpretation of the text کی بجائے ان کے یہاں تاویلی تفسیر figurative interpretation of the text کہیں زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ ج

اب اگر 'مطلق حق' آپ کی نظر میں اپنے دور کے رائج حوالے ہیں تو 'فکر یٹو تفسیر' آپ کو خود بخود آپ کے پسندیدہ گھاٹ پر لے چلے گی البتہ خوشی کی بات آپ کے لیے اس میں یہ ہوگی کہ آپ اس چیز کے 'مذہبی' تقاضے پورے کر چکے ہیں! پیشوا چونکہ خزانہ ہے لہذا وہ یہیں تک رہے گا، البتہ معتقدین کی ایک تعداد اس یقین سے سرشار ہو گی کہ یہ مذہب کا اپنا ہی اقتضاء اور مفہوم ہے!

مسئلہ یہاں بھی نہیں رکا، تاریخ سے متعلق جنگ و جدل کے جو واقعات تورات و انجیل میں آتے ہیں ان کی 'تمثیلی تفسیر' ظاہر ہے ممکن ہی نہیں اور یہ واقعات بھی کوئی ایسے ویسے نہیں بلکہ روگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں اور جو کہ تورات و انجیل کی رُو سے ان کے 'انبیاء' کے ہاتھ پر رونما ہوئے ہیں یا انبیاء کی شریعت پر سختی سے کاربند مذہبی لوگوں کے ہاتھ پر۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ یہاں 'تمثیلی انداز تفسیر' لاگو کرتے ہوئے ہم 'قتل' اور 'ذبح' کا معنی 'پھول پھینکانا'؛ 'سرکاٹ کر لٹکانے' کا مطلب 'رفع و سر بلندی بخشنا' اور 'دُشمن کی لڑکیوں کو اٹھانے' سے مراد 'رومانس' کرتے چلے جائیں! بائبل کے ان خوفناک مقامات کی کسی بھی غیر حقیقی تفسیر پر تو بچے کھکھلا اٹھیں گے۔ تو پھر ہیومن ازم کی عدالتِ عالیہ میں اس پر کیا بیان دیا جائے؟ زیادہ کوشش تو ان کی یہی ہوتی ہے کہ بائبل کے یہ صفحات نہ ہی کھلیں۔ پھر بھی جب اس کی 'توجیہ' کرنا پڑ ہی جائے تو:

کبھی یہ روش ہوتی ہے کہ وہ لوگ (انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ) بھی آخر انسان ہی تھے اور انسان 'خطا کا پتلا' ہے! (صرف ہیومن ازم 'خطا سے مبرا' ہے جو نبیوں کی بھی معاذ اللہ "اصلاح" کر سکتا ہے!)

اور کہیں یہ روش کہ ہر دور کی نیکو کاری اُس دور کے معیارات پر رکھ کر جانچنی چاہئے جس دور میں کوئی انسان پایا گیا ہو؛ لہذا یہ غلط تو ہے مگر اُس دور کے لیے یہ بات کوئی ایسی غیر معمولی نہیں ہے؛ وہاں یہ بات عام معمول تھا۔ (اس بات کو اگر ہم اپنے الفاظ میں کہیں تو وہ یہ کہ: بھائی اُس دور میں 'نینگی اور بدی' کا شعور ہی اتنا تھا: انبیاء کو آپ 'نینگی اور بدی' کے کسی مطلق پیمانے پر مت ماسپئے کیونکہ اس پر تو وہ واقعتاً پورا نہیں اتریں گے، بس آپ یہ دیکھئے کہ انبیاء خود اپنے دور کے لوگوں کی نسبت کتنے اچھے تھے؛ 'بھلائی' کے اس نقطے تک پہنچنا تو جہاں انسانیت آج کھڑی ہے انبیاء سمیت کسی کے لیے بھلا ممکن ہی کب تھا! یہ تو چیز ہی آج آئی ہے)۔ عین یہی بات دورِ حاضر کی ایک مستشرق جس پر ہمارے بہت سے اسلام پسند فدا ہوتے ہیں،

9 جبکہ اصل مسئلہ یہاں پر 'قصور' یا 'خطا' کا نہیں ہے جو (معاذ اللہ) انبیاء کے حوالے سے ذکر ہو رہا ہے؛ مسئلہ "ادراکِ حق" کا ہے اور انبیاء کے حوالے سے یہ ایک بڑی جرأت کی بات ہے۔

کیرن آرمسٹرانگ Karen Armstrong کو میں نے ایک ڈاکو منٹری میں نبی خاتم المرسلین ﷺ کی بابت بیان کرتے ہوئے سنا تھا۔ یہ بی بی نبی ﷺ کا گر مجوش ترین دفاع کرتے ہوئے ہمیں بھی ایک 'لقمہ' دے رہی تھی... جب اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بائبل میں مذکور داؤد (ؑ) کے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیے ہوئے سلوک سے ہزار ہا گنا بہتر ہے، تب بنو قریظہ وغیرہ ایسے واقعات کی طرف اشارہ کر کے اس سے دریافت کیا گیا تو اس کی توجیہ یہی تھی کہ محمد (ﷺ) کو ان کے اپنے زمانے کی اخلاقیات کے معیاروں پر ماپو، وہ بہت بلند نظر آئیں گے؛ خود اپنے زمانے کے معیاروں پر مت ماپو! (یعنی یہ سب 'ہیومن ازم' اور 'اینٹلائٹمنٹ' سے پہلے کے قصے ہیں؛ جب دنیا میں تھا ہی اندھیرا تو کیا یہ غنیمت نہیں کہ ان انبیاء نے اپنے آپ کو "اپنے دور سے آگے" ثابت کر دکھایا!۔)

7. "اصلاح ادیان" کے اس 'ہیومن اسٹ' ایجنڈا کا ایک بڑا محاذ "تقارب ادیان" ہے، یعنی مذاہب کو ایک دوسرے کے قریب لے کر آنا اور ان کے مابین پائی جانے والی سرحدوں کو برائے نام سے برائے نام کر دینا۔ اسی ایجنڈا کا ایک دوسرا نام 'بین المذاہب ہم آہنگی' ہے۔ یہاں پر اس کا بھی کچھ بیان کیا جاتا ہے:

آپ جانتے ہیں ہر مذہب اپنے آپ کو کچھ ایسی حقیقتوں پر مبنی مانتا ہے جن کو ٹھکرانا اس کی نظر میں دنیا کا سب سے بڑا پاپ اور سب سے گھناؤنا فعل ہے۔ "کفر" کا تصور ہر مذہب میں پایا جاتا ہے؛ یعنی اس کی بتائی ہوئی حقیقتوں کو نہ ماننا یا رد کر دینا۔ یقیناً ہر مذہب کے یہاں دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ تعامل dealing اور پر امن بقائے باہمی peaceful co-existence کا بھی کوئی نہ کوئی نسخہ پایا جاتا ہے (ہیومن ازم کے جنم پانے سے پہلے بھی مختلف مذاہب کے ماننے والے کسی سانجھی سرزمین commonly shared land میں پر امن زندگی گزارنے کے بہت سے طریقے جانتے تھے! یہ کوئی پہلا نظریہ نہیں جس نے "مختلف مذاہب پر چلنے والے انسانوں" کو پر امن بقائے باہمی کا کوئی طریقہ دریافت کر کے دیا ہو! یہ بھی ایک حقیقت

ہے کہ ہیومن ازم کے ظہور سے پہلے بھی اور بعد بھی انسانوں کی بیشتر جنگ و خونریزی 'مذہب' کے ماسوائے دینوں پر ہی ہوتی رہی ہے۔ زن، زر، زمین، اقتدار درحقیقت فساد فی الارض کے قدیم ترین اسباب چلے آتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک مذہب کا دوسرے کو باطل، گمراہی، ضلالت، باعثِ ہلاکت جاننا ایک معلوم حقیقت ہے۔ بلکہ سمجھ آنے والی چیز ہے۔

”مذہب“ کوئی کلب نما چیز کبھی نہیں رہی؛ یہ ایک بے انتہا سنجیدہ چیز کے طور پر لیا جاتا رہا ہے۔ یوں سمجھیں، جس مقصد کے لیے ”زندگی“ ملی ہے، اُس مقصد کو پورا کرنے کا نام آدمی کے نزدیک ”مذہب“ یا ”دین“ تھا۔ ”فلاح“ اور ”نجات“ کا تمام تر تصور اس ”مذہب“ کے ساتھ وابستہ تھا جس کو آدمی اپنے لیے اختیار کرتا ہے۔ ”نامرادی“ اور ”تباہی“ کا تمام تر تصور اُس ”مذہب“ کو نہ ماننے یا ٹھکرادینے کے ساتھ منسلک رہا ہے۔ غرض ”مذہب“ یا ”دین“ سے زیادہ سنجیدہ کوئی چیز آدمی کے نزدیک دنیا میں پائی ہی نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ ایک ہی خطے میں باہم پر امن زندگی گزارنے کی بے شمار صورتیں رکھنے کے باوجود، مذاہب اور ادیان کے مابین ہمیشہ ایک خلیج پائی گئی ہے۔ اس کی اصل وجہ وہ ”دعویٰ“ ہے جو ہر مذہب انسان کے سامنے رکھتا رہا ہے؛ یعنی اس کو فلاح اور نجات سے ہمکنار کرنا اور نامرادی و تباہی سے تحفظ دلانا؛ خاص اس وجہ سے کہ ہر مذہب کے پاس انسان کو دینے کے لیے اس فانی اور حقیر دنیا سے بڑھ کر کچھ افق ہیں لہذا یہ مسئلہ خود اس دنیا سے ہی (جس کی تزئین و آرائش ہیومن ازم کا اصل الاصول ہے) بڑا ہو جاتا ہے اور یہ دنیا اس کے سامنے کمتر اور حقیر ہو جاتی ہے۔ اس راز کو پانے کا نام آدمی کے نزدیک ”ایمان“ تھا اور اس کو ٹھکرادینے کا نام ”کفر“۔ ہر مذہب اپنے لیے ایسے ہی ایک اسٹیٹس کا دعویٰ کر رہا ہے؛ اور ”مذاہب“ دنیا میں کچھ ایسے ہی سنجیدہ اسٹیٹس رکھنے والی اکائیوں کا نام ہے۔ ایک مذہب فی الحقیقت مذہب نہیں ہے اگر وہ اپنے سے متصادم چیز میں بھی حق کا امکان مانے۔

مذہب ’سچائی‘ کے ایک دعویٰ کا نام ہے اگرچہ وہ کتنا ہی جھوٹا دعویٰ کیوں نہ ہو۔ ایسا دعویٰ اگر سچا نہیں تو اس کی ”تکذیب“ ضروری ہے اور اگر سچا ہے تو اس پر ”ایمان“ لانا

واجب؛ کیونکہ بات ”خدا“ کے حوالے سے کی گئی ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور کائنات کا حقیقی فرماں روا۔ اُس کے نام پر کہی جانے والی ایک بات لازماً سچ ہے یا جھوٹ اور بہر دو صورت قابل فیصلہ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی رُو سے سب سے بڑا ظلم اور سب سے گھناؤنا پاپ دنیا میں کوئی ہے تو وہ ”خدا کے نام پر جھوٹ باندھنا“ ہے۔ اور یہ تو ہم جانتے ہیں، دنیا کا ہر مذہب ”خدا کے نام پر ایک دعویٰ“ ہے۔ لہذا یہ کوئی ’نظر انداز‘ یا ’حاشیائی‘ کردی جانے والی چیز نہیں۔ قرآنی پیراڈائم اس معاملہ میں نہایت صریح ہے: یا اُس پر ایمان لانا واجب ہے یا اس کا کفر کرنا۔ یعنی ہر دو صورت اس کو اہمیت دینا اور اس کی بابت ’غیر جانبداری‘ ختم کرنا واجب ہوا۔ ”خدا کے نام پر دعویٰ“ سے بڑھ کر توجہ دینے کی چیز دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں؛ اس حد تک توجہ کہ یا اس پر ایمان لایا جائے گا یا اس کا کفر کیا جائے گا۔

البتہ... ”خدا“ اتنا اہم ہو جائے؛ یہ تو ”ہیومن ازم“ کی موت ہوئی۔ ”انسان“ کی مرکزیت تو یہاں ختم ہو کر رہ گئی! ”ہیومن اسٹ“ عقیدہ تو پاش پاش ہو گیا! ”خدا“ کے نام پر دو متضاد دعوے قرآنی پیراڈائم میں کتنی ہی اہمیت اور توجہ دینے اور ’فیصلہ‘ کرنے کی بات ہو؛ بلکہ اس سے اہم تر مسئلہ دنیا میں کوئی ہو ہی نہ... پھر بھی ”ہیومن اسٹ“ پیراڈائم میں یہ مسئلہ نظر انداز اور رفع دفع کرانے کا ہے۔ ”خدا“ ہر دو صورت میں اتنا اہم نہیں ہے کہ اس بنیاد پر انسانوں کے مابین بد مزگی ہو، اور یہ تو خیر اُس کی حیثیت ہی نہیں کہ اُس کے نام پر انسان دو فریقوں میں بٹ جائیں۔ انسانوں کی تقسیم ہو سکتی ہے تو صرف ایسے مسئلہ پر جو ہیومنزم خود تجویز کرے! لہذا ’مذہب‘ اپنی اس حیثیت میں کہ یہ ”خدا کے نام پر ایک دعویٰ“ ہے جس کو ماننا یا رد کرنا ضروری ہے، ہیومنزم کے ہاں بنیاد سے مسترد ہے۔ ”خدا“ کے نام پر کی گئی ایک بات کی، خواہ وہ سچ ہو یا جھوٹ، سرے سے یہ اوقات نہیں ہے۔

”ہیومن ازم“ اصل میں تو مذہب کو یہی کہنا چاہتا ہے کہ تم کوئی چیز نہیں ہو، لیکن یہ کہنے کا طریقہ اُس کے ہاں یہ ہے کہ وہ انہیں ایک دوسرے سے گلے ملنے کا حکم دے! یعنی ہر دو طرف کے اہل مذہب ہی نہیں (اس طرح کے کچھ ’سباق‘ تو پہلے سے پائے جاتے

ہیں!) بلکہ خود ’مذہب‘ ہی اب ایک دوسرے سے گلے ملیں، آئے روز مسکراہٹوں کا تبادلہ اور پیار و محبت کے پیمان کریں! مثال کے طور پر...:

ایک مذہب صدیوں اپنے پیروکاروں کو یہ بتاتا آیا ہو کہ خدا کا کوئی بیٹا ہے اور (معاذ اللہ) خدا کا وہ بیٹا بادی اور تباہی سے نجات پانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کے مقابلے پر دوسرا مذہب اپنے پیروکاروں کو جو بنیادی ترین سبق دیتا رہا ہو وہ یہ کہ: ’خدا کی اولاد‘ ایسا عقیدہ رکھنے سے بڑھ کر کوئی تباہی اور بربادی نہیں؛ ’خدا کا بیٹا‘ تو ایسا لفظ ہے جس پر زمین لرز اٹھے، آسمان کانپ جائیں اور پہاڑ گر پڑیں۔ پس یہ ’’اختلاف‘‘ فریقین کے لیے ایک سنجیدہ ترین مسئلہ ہوا۔ ایسے ’’سنگین اختلاف‘‘ پر انسان کو صبح شام سوچنا ہے اور اپنی سوچ اور عقل کی سب تو انائیاں اس معاملہ میں کوئی ’’فیصلہ‘‘ کرنے پر صرف کر دینا ہیں۔ ایسا جان لیوا سوال انسان کی زندگی میں کھڑا کیا ہی نہیں جاسکتا جب تک ’’مذہب کے اختلاف‘‘ کو دنیا کا سب سے سنجیدہ اور سب سے سنگین ایشونہ مانا جائے۔ یہاں؛ ’’ہیومن ازم‘‘ آتا ہے اور دونوں کو کہتا ہے ’’چھوڑو ان باتوں کو، یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، جو خدا کا بیٹا ماننا ہے ماننا رہے، جو خدا سے بیٹے کی نفی کرنا چاہتا ہے کرتا رہے، مگر اس کو ایسا سنجیدہ مسئلہ نہ بنائے، اب ’مذہب‘ ہو جانے کا وقت آچکا ہے، یہ کوئی ’’اختلاف‘‘ یا ’’نزاع‘‘ کھڑا کرنے کی بات تھوڑی ہے، تم دونوں نہ صرف ایک دوسرے کے لیے بلکہ ایک دوسرے کے ’مذہب‘ کے لیے اچھے کلمات بولو۔ نہ صرف ایک دوسرے کا بلکہ ایک دوسرے کے ’موقف‘ کا احترام کرو۔ اب ایک کا مذہب ہے کہ ’’خدا کے بیٹے پر ایمان رکھنا نجات کا واحد ذریعہ ہے۔‘‘ دوسرے کا مذہب ہے کہ ’’خدا کا بیٹا ماننا بربادی کا سب سے بڑا موجب ہے اور ایک ایسا جرم جس سے پہاڑ گر پڑیں اور آسمان لرز اٹھیں۔‘‘ ادھر ’’ہیومن ازم‘‘ کی ہدایت ہوتی ہے کہ ’’خدا کے بیٹے پر ایمان کو نجات کی بنیاد ماننے‘‘ کا مذہب ’’خدا کا بیٹا ماننے کو ہلاکت جاننے‘‘ کے مذہب کے لیے اچھے کلمات کہے اور ’’خدا کا بیٹا ماننے کو بربادی کہنے‘‘ کا مذہب ’’خدا کا بیٹا ماننے کو شرط نجات ٹھہرانے‘‘ کے مذہب کے لیے اچھے کلمات بولے! یعنی اتھاہ درجے کی منافقت! بلکہ... خود اپنے ہی دعویٰ کی تکذیب!

البتہ ’’ہیومن اسٹ‘‘ کی نظر میں اس کو ’منافقت‘ کہنا بھی ایک فضول بات ہے! اس کی نظر میں مذہب بس ایک واجبی سی چیز ہے؛ اس کی اوقات اس سے بڑھ کر ہے ہی

نہیں کہ ایک آدمی کو کد و پسند ہے تو دوسرے کو بھنڈی؛ اب اس میں کیا 'منافقت' اور کیا 'ستمانِ حق'! یہ ہے ہیومن ازم کا اصل مدعا۔ "تقارب" اور "محبت باہمی" کے پیغام نشر کروانے سے اصل مراد یہی ہے کہ اس دنیا میں تمہاری آبرو کیا ہے! تمہاری یہ وقعت کہاں کہ تم انسانوں کے باہمی تعلقات طے کرو؟! "وابستگی" اور "بیزاری" کے پیمانے وضع کرتے پھرو!! یہ شان ہماری ہے کہ انسانی رشتوں اور حد بندیوں کا تعین ہم کریں۔ تم اپنی اوقات سے مت بڑھو۔ دوسرے کی بابت "موقف" رکھنے کا زعم دل سے نکال دو (مسلمان کا۔ خواہ وہ مسلمان کتنا ہی پر امن ہو۔ کافر ملتوں کو کافر کہنا بجائے خود ایک غیر مہذب اور قابلِ نفرین فعل ہے؛ اس کو چاہئے خود جتنی اللہ اللہ کرنی ہے کرے مگر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو "کافر" کہنے سے خبردار رہے؛ اس کا زمانہ لد چکا!)۔ دراصل یہ ایک پیغام ہے جو "کرسس کیک" ایک مسلمان مولوی کے دستِ مبارک سے کٹوا کر اور اس کو اخبار کے صفحہ اول پہ شائع اور ٹی وی کے مرکزی خبر نامے میں نشر کروانے کی صورت میں پوری دنیا کو دیا جاتا ہے، کہ "تقاربِ ادیان" کا یہ ہیومن اسٹ ایجنڈا اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے میں اس مقام کو پہنچ چکا ہے۔

ہماری یہ دینی تحریکیں جو بڑے اخلاص کے ساتھ 'کرسس کیک' کاٹنے پہنچتی ہیں، صرف اتنا ہی سوچ لیں کہ آج سے نصف صدی پیشتر یہ کیوں اس عالمی ایجنڈا کے نخرے نہیں اٹھایا کرتی تھیں اور ان کے بانیوں اور بزرگوں نے کیوں اس 'تقریبِ سعید' کا اہتمام نہیں کیا؟ اس کی یہ وجہ پیش کرنا کہ یہ ضرورت 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے حالیہ سیناریو میں سامنے آگئی ہے، اس کی ایک نہایت بودی اور سطحی توجیہ ہے۔ "ہیومن اسٹ" ایجنڈا ایک ایسا عالمی دیو ہیکل ایجنڈا ہے کہ خود 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' اس کا ایک ادنیٰ سا حصہ ہے۔ لہذا اُدھر جتنی کامیابی وہ ہمارے مجاہدین کی کسی بڑی فوج کو مار کر حاصل کرتے ہیں، ادھر اتنی ہی کامیابی وہ ہمارے ایک 'فضیلۃ الشیخ' سے 'کرسس ایو' پر دعائے خیر کروا کے حاصل کرتے ہیں۔ یہ دونوں واقعے ان کی "بیک وقت پیش قدمی" پر دلیل ہیں اور ایک ہی 'مطلوبہ' تصویر کو مکمل کرنے کا ذریعہ۔ عالمی افق پر چڑھتی چلی آنے والی اس اندھیری گھٹا پر ہمارے ان بھائیوں کی ذرہ نظر ہو تو یہ 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' سے بھی بڑھ کر اس خطرے کو توجہ دیں جو ہمارے یہاں "دین" اور "ایمان" کو

ایک حد درجہ 'ننانوی' حیثیت کے خانے میں پھنکوانے جا رہا ہے... یعنی "دین" اور "دین" کی بنیاد پر اختلاف "کو اس کی اس حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم کرنے جا رہا ہے جو خالق کائنات نے اس کو دے رکھی ہے؛ اور اصل میں دیکھیں تو "خالق کائنات" ہی کی وہ حیثیت ختم کرانے جا رہا ہے جو زمین و آسمان میں اُس کو حاصل ہے اور جس کا انکار "ہیومن ازم" کے سوا آج تک کسی دین نے نہیں کیا۔ اس کی وجہ البتہ بڑی سادہ ہے۔ "ہیومن ازم" وہ پہلا دین ہے جس کا خدا ہی اصل میں "انسان" ہے۔ (اس سے پہلے، مذہب اگر جھوٹا بھی ہو تو اس کا خدا "آسمان والا خدا" ہی ہوتا تھا جس کو ہیومن ازم نے اب 'انسان' سے تبدیل کر دیا ہے) ⁵۔ ہاں اس ہیومن ازم کے خدا "انسان" کی حیثیت پر حرف آئے، پھر دیکھئے گا ہیومن ازم کے پنڈت اور پروہت اس پر کیسے چیختے ہیں!

یہ ہے اصل میں مذہب کی 'اصلاح'! اس ایجنڈا (تقاربِ ادیان) کی ہزار ہا جہتیں ہیں۔ کہیں ہر مذہب کی تفسیر نو re-interpretation کرائی جا رہی ہے۔ مذہب میں معروف بہت سے مواقف، بہت سے احکام، بہت سے رویوں اور بہت سی روایات کو فرسودہ ٹھہرایا جا رہا ہے۔ بہت سی نصوص کو پڑھنے کے لیے 'نگریٹو' اندازِ مطالعہ متعارف کرایا جا رہا ہے۔ بہت سی اشیاء پر "مٹی ڈالنے" کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ مذہب کی بہت سی اشیاء کو 'جدید پیراڈائم' میں رکھ کر سمجھنے کی راہ دکھائی جا رہی ہے۔ بہت سے مواقف، بہت سے احکام، بہت سے رویوں اور بہت سی روایات کو، کچھ ایسے 'دلائل' کی بنیاد پر جو پہلوں کی توجہ نہیں لے سکے تھے، آج نئے سرے سے "دین" کی باقاعدہ سند کے ساتھ سامنے لایا جا رہا ہے؛ اور جو ان 'دلیلوں' کا انکار کرے اور اس کے مقابلے پر پہلوں کے دستور کا پابند رہے اس کے سر پر "طعنہ تقلید" کی لٹھ دے ماری جاتی ہے۔ مغرب کی فکری مصنوعات کو ایک ایک کر کے 'اسلامائز' کرنے کا عمل انجام پا رہا ہے۔ کافر ملتوں کے لیے "کافر" نہ ہونے کے سرٹیفکیٹ زیر طباعت ہیں۔

یہ کام تو ہمارے کچھ گھاگ دانشوروں کے ہاتھوں انجام پا رہا ہے۔ البتہ یہاں کے سادہ لوح مولویان کرام کا بھی اس ایجنڈا کو آگے بڑھانے میں کوئی حصہ ڈلوایا جاسکتا ہے؟ کیوں نہیں۔ آپ کر سمس آئے تو ٹیک کاٹنے کی تقریب کو رونق بخش آئیے گا؛ ایک بڑی تصویر کے بننے میں آپ کی یہ چھوٹی اور معمولی سی تصویر کتنا بڑا حصہ ڈال دے گی، شاید آپ کو اندازہ

نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آپ کو دیوالی کے لیے بھی یہ زحمت کرنا ہوگی! اور یہاں سے ادیان کی تاریخ میں باقاعدہ ایک نیا پیپر کھل جائے گا۔ فی الحال یہ اسکی شروعات ہیں؛ یہ ایک بہت بڑے عمل کا ایک بہت چھوٹا سا آغاز ہے؛ خصوصاً اگر (خدا نخواستہ) آپکے حالیہ عالمی جہاد کا خاتمہ کر دینے میں کامیابی پائی جاتی ہے تو پھر دیکھئے گا ”مذہب میں نئے روپوں“ کے حوالے سے آپ کی یہ ’ہلکی پھلکی‘ شروعات کس ”زوردار عمل“ میں ڈھلتی ہیں!

اس لیے ہم سمجھتے ہیں عامۃ الناس کی سطح پر یہ ہیومن اسٹ ایجنڈا اپنے ظہور کے لیے ”تقاربِ ادیان“ کو ایک نہایت اہم ذریعہ سمجھتا ہے۔ باقی باتیں بہت گہری ہیں اور فی الحال اچھے اچھے صاحب علم لوگوں کو بھی سمجھ آنے والی نہیں، البتہ ’بین المذہب ہم آہنگی‘ کی اچکنیں زیب تن کروانا اس کا ایک ’عام فہم‘ اور آسان ذریعہ ہے۔ خصوصاً مسلم معاشروں کے حق میں۔ ”ملتوں کا فرق“ جس کو پتھر پر لکیر بنانے کے لیے اسلاف کا زور لگ گیا تھا، جس کی خاطر سب ہجرتیں اور جہاد ہوئے، جس کے دم سے افریقہ، یورپ، وسط ایشیا اور ہند کے صنم کدے ٹوٹے... ”ملتوں“ کا یہ فرق آج کرسمس کی طرح کاٹ دیا جائے گا... اور ہر طرف سے تالیاں!!! کوئی ’تنگ نظر‘ مولوی تھوڑی ہیں ’جدید تقاضوں‘ سے ہم آہنگ اور ’بدلتی دنیا‘ میں اپنے فرائض سے آگاہ ہستیاں ہیں! تصور تو کیجئے، وہ قوم جو دنیا بھر میں بت توڑنے کے لیے اٹھی تھی آج وہ زرق برق حلیوں کے ساتھ بتوں کی تقریبات میں شریک ہونے جا رہی ہے! اور اس عمل کے حرام ہونے پر ’دلیل‘ مانگ رہی ہے! بت کدے جو کبھی روئے زمین پر اس امت کی پیش قدمی سے لرز کرتے تھے، آج اسی کے جبہ و دستار سے رونق پائیں گے!

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ

اور یہاں شاید... أَضَاعُوا الدِّينَ كُلَّهُ!

فحسبنا الله ونعم الوكيل

یہ ہے ’عالمی ہم آہنگی‘...! آپ خود دیکھ سکتے ہیں اس کے لیے ’ترکِ جہاد‘ کہاں کافی ہے (وہ تو بہت پرانی بات ہو چکی)...! اس کے لیے تو آپ کو خود ’دیر و حرم‘ ہی کے فاصلے کم کرنا ہوں گے! شرک اور توحید کی جنگ کو نظریاتی سطح پر ہی واپس لینا ہوگا! آخر ہم کب سمجھیں گے کہ معاملہ کس خطرناک نقطے تک پہنچ چکا ہے۔

’بتانِ رنگ و خوں‘ میں ایک اور اضافہ... ’مذہب‘!

یہ ہے وہ وجہ جو بار بار ہمیں ”انسان“ بننے اور اشیاء کو ”انسان“ کی نظر سے دیکھنے کے سبق دیے جا رہے ہیں۔ اس ”انسان“ کا مطلب کون نہیں جانتا... بشرطیکہ آپ نے ”ہیومن ازم“ سے کچھ واقفیت پارکھی ہو؟ اس اصل کہانی کو تو پیچھے رکھا جا رہا ہے البتہ ”انسانیت“ کے اسباق کی ہم پر بھرمار کر دی گئی ہے۔ آخر ہمارے مبلغین کہاں ہیں جو اس ”انسانیت“ کا پردہ چاک کریں کہ دراصل اس سے مراد ”انسان پرستی“ ہے جو ”خدا پرستی“ کا باقاعدہ متبادل ہے۔ ”خدا پرستی“ جس کو ہم اپنے الفاظ میں ”توحید“ یا ”اسلام“ کہتے ہیں، یہ ہیومن ازم اس کا باقاعدہ متبادل ہے۔ یہ ہے وہ مطلب جو ہمارے ذہنوں میں ہی نہیں ہمارے رویوں کے اندر اتارا جا رہا ہے کہ ہم اشیاء کو ”مسلمان“ کے طور پر نہیں بلکہ ”انسان“ کے طور دیکھیں! ملتوں کے فرق کو ایک ”مسلم“ اور ”موحد“ کی نظر سے نہیں ایک ”انسان“ کی نظر سے لیں! یہ تو دین بدلنا ہوا! یعنی ہم دنیا کے جملہ امور اور مسائل کو، خصوصاً ملتوں کے فرق کو، ”اسلام“ کی بجائے کسی اور پیمانے پر جانچیں۔ یہ سب ’چھوٹے موٹے‘ مظاہر جو فی الوقت ہمارے سامنے لائے جا رہے ہیں، درحقیقت ایک نئے دین کی ترویج ہے۔

چنانچہ اب تابڑ توڑ، آپ کے بچوں، جوانوں اور ’باشعور‘ عوام پر انہی ’تعلیمات‘ کی بوچھاڑ ہو رہی ہے... بھائی خدا را پیار کرو۔ محبت کرو۔ انسانوں کو ”انسان“ کے سوا کسی اور نظر سے دیکھنا حرام جانو۔ بلکہ کفر جانو (کفر اب دنیا میں ہے تو بس یہی ہے کہ لوگوں کو ”انبیاء کا پیر و کار“ یا ”انبیاء کا منکر“ میں بانٹ کر دیکھو!)۔ انسانوں کو صرف اس ایک نظر سے دیکھو کہ یہ ”انسان“ ہیں؛ اس کے علاوہ یہ کچھ نہیں۔ مسلم ہیں، ہندو ہیں، سکھ ہیں، یہودی ہیں، عیسائی ہیں، مجوسی ہیں، دہریہ ہیں... سب ’بعد کی بات‘ ہے... بہت ہی ’بعد کی بات‘۔ بلکہ ’بعد کی بات‘ بھی تب تک ہے جب تک ’دینی حمیت‘ کے وہ پرانے باقیات تمہارے اپنے دماغوں سے کھرچ نہیں دیے جاتے اور جو کہ ایک لانگ ٹرم پراجیکٹ ہے، ہاں یہ پراجیکٹ سرے لگے تو کسی کا مسلم ہونا، یا ہندو یا سکھ ہونا، یا یہودی، عیسائی، مجوسی یا دہریہ ہونا، انبیاء سے وابستہ یا انبیاء کا انکاری ہونا ’بعد کی بات‘ بھی نہیں رہے گی بلکہ ایک ”بیہودہ“ بات ہو جائے گی۔ آپ آنکھیں کھول کر دیکھنے پر تیار ہوں تو سب معاملہ بڑی تیزی اور کامیابی کے ساتھ ادھر ہی کو جا

رہا ہے؛ جہاں ”دین“ ایک اضافی چیز ہو جائے گا؛ انسانوں کو پہچاننے اور ممیز کرنے کے حوالے سے ایک ’غیر اہم‘ نہیں بلکہ ’غیر معقول‘ بنیاد قرار پائے گی۔

یعنی ایک نئی ملت، جس میں سب دوسری ملتیں ضم ہو جانے والی ہیں۔ ’بتان رنگ و خوں‘¹⁰ کی طرح اس میں گم ہو جانے والی ہیں۔ یہ سب پہچانیں اس نئی ”ملت“ (ہیومن ازم) کے اندر اپنی ایک کمتر حیثیت میں رہیں گی ضرور، کیونکہ کسی کے رنگ، نسل، خون، مذہب اور جنس کو تبدیل کرنا اس کے مقاصد میں شامل نہیں۔ البتہ یہ کسی ”تفریق“ یا ”تمیز“ کی بنیاد نہیں ہوگی۔ یہ بنیاد جس پر ”تفریق“ کرنا جائز ہو سکتا ہے، جہاں ضرورت ہو، ”ہیومن اسٹ“ عقیدہ آپ کو خود تجویز کر کے دے گا!

آپ غور فرمائیں تو ”ملت“ کا تصور ہی درحقیقت یہاں سے آتا ہے یعنی انسانوں کو جوڑنے اور توڑنے کی بنیاد۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بنیاد ”اسلام“ (خدا کا بندہ ہونا) نہیں بلکہ ”انسانیت“ خود ہے یا ”انسانیت“ کی اپنی پاس کی ہوئی کوئی چیز مانند ”وطن“ وغیرہ۔ یعنی وہ خدا کا بندہ ہو یا خدا کے کسی شریک اور ہمسر کا بندہ بن گیا ہو، انسانوں کے مابین تمیز کی یہ بنیاد بہر حال نہیں۔ ہمارے نام نہاد دانشور جو ہمارے سادہ لوح نوجوانوں کے حلق سے ”ہیومن ازم“ کی یہ خوراکیں اتار رہے ہیں مکاری سے کام نہ لیں تو آپ کو بتائیں گے کہ ان کی اس نئی ملت میں ”دین“ کو انسانوں کے مابین تمیز کے حوالہ سے وہ حیثیت بھی حاصل نہیں جو ’بتان رنگ و خون‘ کو حاصل ہے؛ کیونکہ رنگ، خون، ملک وغیرہ ثابت و غیر متغیر قدریں ہیں یعنی ان کو آپ تبدیل نہیں کر سکتے لہذا انسانوں کے مابین تمیز اور پہچان کے حوالے سے یہ پھر کسی درجے میں معتبر ہیں۔ البتہ آدمی کا ”دین“ چونکہ بڑی آسانی کے ساتھ تبدیل ہو سکتا ہے اور اس کو تبدیل کرنے پر اتنی بھی تکلیف یا لاگت نہیں آتی جتنی ’جنس‘ کی تبدیلی پر، لہذا دین کی یہ حیثیت کہ یہ انسانوں کے مابین کبیر صیخ ڈالنے کی بنیاد ہو آخری درجے کی رد ہونے والی چیز ہے۔ یعنی ملت ہیومن ازم کے اندر ”دین“ جس حیثیت میں قبول ہے وہ ’خون‘ اور ’چھڑی کے

¹⁰ ہر ملت کا یہی دستور ہے۔ وہ خود تو انسانوں کے مابین تفریق کی ایسی ’عظیم‘ بنیاد ہوتی ہے جو نہ صرف جائز بلکہ واجب بلکہ واجب الواجبات ہو۔ البتہ انسانوں کے مابین تمیز کے بانی حوالوں (رنگ، خون، نسل، جنس وغیرہ) کو ظاہر ہے ختم تو کر نہیں سکتی، مگر ان کی یہ حیثیت ضرور ختم کر دیتی ہے کہ وہ انسانوں کے مابین فرق کی کوئی اہم بنیاد ہو۔

رنگ‘ سے بھی کمتر ہوگی۔ پس جہالت کا عذر دینا ہو تو اور بات ہے ورنہ ہیومن ازم پر صاف صاف ایمان رکھنے والے شخص کا مسلمان رہنا ناممکنات میں ہے۔ یہ لوگ جو کچھ کہلانا چاہیں کہلائیں مگر ”مسلمان“ ایک شرعی حقیقت ہے، یہ کوئی ’سماجی محاورہ‘ بہر حال نہیں۔

ہیومن ازم کیلئے ’اسلامی‘ بنیادوں کی فراہمی!

اوپر کی گفتگو میں ’اسلام‘ کے نام پر ہونے والی بعض ’جدید تحقیقات‘ کی جانب بھی کچھ اشارہ ہو چکا ہے۔ سعودی عرب کے ایک عالم شیخ سلیمان بن صالح الخراشی اسلامی دنیا میں پائے جانے والے حالیہ ’جدت پسند‘ رجحانات کی بابت لکھتے ہیں:

اندیشہ ہے کہ اس خوفناک راستے پر چل کھڑے ہونے والے سبھی طبقے رفتہ رفتہ اپنے اسلامی ثوابت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ کوئی کفار کو خوش کرنے کے لیے، کوئی ’قدامت پسندوں‘ کی ضد میں آکر، کوئی ناموری کمانے کے لیے، کوئی شہرت اور کیمروں کی تاب نہ لاتے ہوئے، اور کوئی کسی اور سبب سے۔ یہ لوگ اسلامی مقدسات کی اس دیوار کو، جو ان کے راستے میں حائل اور ان کی اہواء کے لیے ایک رکاوٹ ہے، ایک ایک اینٹ کر کے گراتے چلے جائیں گے۔

اس راستے کا پہلا قدم بالعموم ”غیر اسلامی مذاہب کے ساتھ رواداری“ کے نام پر اٹھایا جاتا ہے۔ ”رواداری“ بس ایک ڈھیلے ڈھالے انداز میں: اسی کی دعوت اور اسی کی تاکید! پھر اگلے قدم پر کافروں اور مسلمانوں کو ’بھائی بھائی‘ ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ اس سے اگلے قدم پر دلاء اور براء ایسے اسلامی اصولوں میں تشکیک پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس سے اگلے قدم پر یہود، نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ”کافر“ ہونے میں تشکیک پیدا کرئی جاتی ہے۔ آخر میں سیدھا سیدھا ”انسانیت“ کے مذہب کا پرچار شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی کسی کے ہاں اس کفر کا آخری اسٹیشن آجاتا ہے، یعنی ”وحدتِ ادیان“... اور اس سے بھی بڑھ کر ”وحدت الوجود“۔ العیاذ باللہ

ایک اور عالم شیخ عبدالعزیز الجلیل لکھتے ہیں:

بعض اسلامی طبقوں کے ہاتھوں اس وقت ”ہیومن ازم“ کی جو ترویج عمل میں آرہی ہے، اور جو کہ انسانوں کے مابین ”عقیدہ“ کے پیدا کردہ فاصلوں کو منہدم

کردینے سے عبارت ہے... یہ گمراہ کن دعوت عالم اسلام میں مندرجہ ذیل اہداف کو یقینی بنانے کا ذریعہ بن رہی ہے:

1. عقیدہ توحید کا تیاپانچہ۔ کیونکہ توحید جس بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے وہ ہے اہل توحید کے ساتھ مل کر ایک جتھہ اور قوت بننا (الولاء) اور اہل شرک سے برائت اور بیزاری اختیار کرنا (البراء)۔ اس کا خود بخود یہ نتیجہ ہو گا کہ خدا کے ساتھ ”کفر“ ہو جانا کوئی بڑی بات نہ رہے۔ خدا کے ساتھ کفر اور شرک کرنے والا شخص طبیعت کو بہت زیادہ کھٹکنے والا نہ رہے۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ایک مسلم موحد اور ایک کافر ملحد آدمی کی نظر میں ایک برابر ہو جائیں۔

2. اس ”ہیومن ازم“ کی بنیاد پر تمام مسلم ممالک کے تعلیمی نصابوں اور ابلاغی پالیسیوں پر ایک نظر ثانی۔ ان نصابوں اور میڈیا پالیسیوں سے ہر اُس چیز کو نکال باہر کیا جائے گا جو کافر کے ساتھ مسلمان کی کسی تاریخی عداوت کو زندہ کرے، یا خدا کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے کافر کے خلاف کسی مجاہدہ یا کسی کشمکش کا داعیہ بنے۔ بلکہ بہت سے مسلمان ملکوں میں ایسا بالفعل ہو چکا ہے، اور اس عمل کے بہت سے مراحل سر کر لیے گئے ہیں۔

3. مسلمان ممالک میں مندروں اور گرجوں کی تعمیر کی ایک زوردار تحریک، خصوصاً جزیرہ عرب کے اندر جہاں کسی دوسرے دین کا وجود ہی ممنوع ہے۔

4. یہیں سے یہود (اور ہنود) کے ساتھ ’تعلقات کو معمول پر لانے‘ کا راستہ صاف کر لیا جائے گا۔ سرزمین فلسطین پر یہودی ریاست کا قیام بھی ’جائز‘ کر لیا جائیگا۔

5. یہاں سے؛ جہالت سے اٹے ہوئے مسلم ممالک اور معاشروں میں مشنری ورک (عیسائیت سازی) کے لیے دروازے چوپٹ کھول دیے جائیں گے۔

6. یہاں پہنچیں گے تو ”دین بدلنے“ کی آزادی کے مطالبے شروع ہو جائیں گے۔ ’آزادی فکر‘، ’آزادی رائے‘، خود بخود ”آزادی تبدیلی دین“ میں ڈھل جائے گی اور ’انسان‘ کے اس ”حق“ کے لیے اٹھنے والی آوازیں آسمان کو پہنچنے لگیں گی۔ صرف یہودی، نصرانی یا ہندو ہونے ہی کی نہیں ملحد اور دہریہ ہونے کی آزادی طلب کی جائے گی۔ طرح طرح سے دین کا ٹھٹھہ اور مذاق اڑانے کی گنجائش نکالی جائے گی۔ مسلم نوجوان کے سامنے ایک طرف فحاشی، برہنہ پن اور شہوات کی آندھیاں

نفیسات دانی کی مہارتوں کو کام میں لاتے ہوئے اعلیٰ ترین 'سائنٹفک بنیادوں' پر چلائی جائیں گی اور پھر اس باؤلاپن کو انتہا پر پہنچا کر لبرل اور سیکولر شبہات اٹھاتے ہوئے ہمارے نوجوانوں کو سیدھا سیدھا الحاد کی دعوت دی جائے گی۔ چنانچہ ایک طرف یہ نسل الحاد میں لت پت ہوگی تو دوسری طرف ننگے پن کی غلاظتوں میں۔

7. 'آزادی' اور 'انسان پرستی' کی انہی آندھیوں کو اٹھانے کے دوران ان ٹھیٹ فکر جماعتوں کو گردن زدنی بھی بنا دیا جائے گا جو "اصول سلف" کی بات کریں، جو "توحید" کی بنیاد پر "ولاء اور براء" کی بات کریں۔ "میڈیا مہارتوں" کو کام میں لاتے ہوئے ان راسخ العقیدہ لوگوں کے ایسے ایسے القاب نشر کیے جائیں گے، ان کے ایسے ایسے خاکے بنائے جائیں گے کہ یہ ساری "انسانیت" کے دشمن نظر آئیں۔ دوسری طرف "انسانیت کے ان دشمنوں" کو مارنے کے لیے جو بارود بردار منصوبے عمل میں ہوں گے ان کے لیے ہر طرف سے تالیاں بجوائی جا رہی ہوں گی۔ غرض اس "اتباع سلف" کے راستے کے خلاف اندھا اعلان جنگ ہو گا (خواہ وہ کتنے ہی پر امن کیوں نہ ہوں)، کسی کو اس سے ڈرا کر ہٹایا جائے تو کسی کو اور غلا کر، کسی کو جیلوں میں ٹھونس کر اور کسی کو واقعتاً راستے سے ہٹا کر۔

8. سب سے بڑھ کر حیرت کی بات اس پوری تصویر میں یہاں کے بعض اسلامی طبقوں کا اس "ہیومن اسٹ" ایجنڈا کی جانب میلان اختیار کر لینا ہے۔ ہمارے بہت بڑے بڑے اسلامی نام اس وقت اس ایجنڈا کے لیے مبارکبادوں اور آشیر بادوں میں لگے ہوئے ہیں، کیا ہماری سادگی اور لاعلمی اس نوبت کو آچکی ہے یا ہماری مصلحت پسندی ہمیں اس مقام تک لاپچی ہے؟ اسلامی قیادتیں ان آنے والی حقیقتوں سے لاعلم ہیں تو معاملہ تشویش ناک ہے۔ اور اگر جانتے بوجھتے ہوئے ایسا ہو رہا ہے پھر تو معاملہ آشوب ناک ہے۔

مسلمان کی لغت سے "کافر" کا لفظ نکلو اور "غیر مسلم" کا لفظ ڈلو انے کی تحریک آج 'اسلامی' دلائل سے لیس ہو کر نہ صرف ہمارے عوامی ماحول بلکہ ہمارے اسلامی حلقوں میں بھی سرگرم ہو چکی ہے۔ اچھے اچھے دیندار اس طوفان کی نذر ہو رہے ہیں۔ ان جدید 'فتاویٰ' کی رُو سے آج نہ "کافر" کا لفظ یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں پر چسپاں ہو سکتا ہے اور نہ "کافر" اور "مشرک" والے احکام ہی کسی صورت یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں پر لاگو ہو سکتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کو

کافر کہنے یا ان پر مکافروں، والے احکام لاگو کرنے پر تو ان جدت پسندوں کے مابین تقریباً اتفاق ہے۔ بس چند گتھیاں سلجھانا بھی باقی ہے: ”کافر“ کا لفظ تو اب اسلامی لغت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خارج کہئے؛ البتہ ’غیر مسلم‘ کے احکام کیا مسلمان والے ہوں گے یا کافروالے؟ معاملہ صرف یہاں پھنسا ہوا ہے! ’غیر مسلم‘ چونکہ ایک کیٹگری ہی دین کے اندر نئی ہے، لہذا اس پر ’اجتہاد‘ جاری ہے کہ کن معاملات میں ان کو ’ماضی‘ کے، کافر کے ساتھ ملحق کیا جائے⁹ اور کن معاملات میں ’حال‘ کے، مسلمان کے ساتھ! نیز اس ’ملحق‘ کرنے کی حدود اور قیود کیا ہوں؟ ہے یہ سراسر ’اجتہادی مسئلہ‘؛ لہذا اس میں ’آراء‘ متعدد ہو سکتی ہیں؛ بلکہ ہو سکتا ہے ایک ہی شخص اور ایک ہی دیستان کی ’آراء‘ بدلتی چلی جائیں؛ ’ہیومن ازم‘ کے ہر نئے اسٹیشن پر اذہان میں کچھ نئے در وا ہوں اور نئے سے نئے احکام سامنے آتے چلے جائیں!

اپنے تاریخی ثوابت پر کھڑے ہونا اس ملت بیضاء کیلئے آج ایک حقیقی چیلنج بن چکا ہے۔

حضرات! یہ بات علمائے عقیدہ کے ہاں بے حد واضح ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان نہ لانا ہی محمد ﷺ کے ساتھ کفر کر لینا ہے؛ محمد ﷺ کے ساتھ کفر کا مرتکب ہونے کے لیے کسی کا ’خصوصی انکار‘ کرنا یا ’خصوصی طور جھٹلانا‘ سرے سے ضروری نہیں۔¹¹ حق یہ ہے کہ ان ہیومن اسٹ آنڈ ہیومن کے ہاتھوں ہمارے گھر کی ہر چیز درہم برہم ہونے جا رہی ہے۔

”کفر“ کو گھناؤنی چیز بنا کر بھی پیش مت کرو!

ہیومن ازم ایک عالمی تحریک اور ایک باقاعدہ پیکیج ہے۔ ہمارا کوئی جدت پسند طبقہ اس کی ایک چیز خریدے گا کوئی دوسری تو کوئی تیسری، مگر اس کی مجموعی سیل aggregate sale اوپر ہوتی چلی جائے گی۔ اور بالآخر آپ کو اس کا سبھی کچھ خریدنا ہے... چنانچہ یہ بھی کافی نہیں کہ آپ قرآن اور محمد ﷺ کو نہ ماننے والے کو ”کافر“ کہنا متروک ٹھہرا دیں اور لغت میں اس کے لیے ’غیر مسلم‘ ایسا ایک بھلا سا لفظ ایجاد کر دیں جسے وہ خود بھی اپنے لیے استعمال کر سکے! نہیں، کافر کو بر اجانے کا تصور ہی اپنے یہاں سے ختم کرنا ہوگا!

¹¹ یعنی کفر اعراض، جس کی کچھ وضاحت اوپر ایک حاشیہ میں ہوئی۔ مسئلہ کی تفصیل ہمارے زیر تالیف رسالہ ”کفر کی اقسام“ میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

بلکہ خود "کفر" ہی کو برا جاننے کا تصور دفن کرنا ہو گا! ہر ایک کا اپنا اپنا دھرم ہے بھائی، کوئی تمہارے دھرم کو برا کہے تو تمہارا دل کیا کہے گا؟ لہذا کسی کے مذہب کو چھیڑو ہی مت؛ کیا آپ کو معلوم نہیں، ہمارے اپنے دین کی یہی تعلیم ہے؟! آپ بتائیے انبیاء نے کسی کے دھرم کو چھیڑ کر کبھی اس کا دل دکھایا ہو! کبھی کسی کو محض شرک کر لینے پر جہنم کی وعید سنا ڈالی ہو! محض کسی کے بت پوج لینے پر غصہ دکھایا ہو! کسی نے خدا کی آیات کو جھٹلایا یا انبیاء کی نبوت سے اعراض کیا اور اس پر انبیاء نے ان کے خلاف کوئی محاذ کھڑا کر لیا ہو! بس اتنی سی بات پر کہ لوگوں نے خدا کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اس کے مقابلے پر اپنے باپ دادا کا راستہ ہی اختیار کیے رکھا، انبیاء نے ان کے خلاف تحریک کھڑی کر دی ہو! بھائی انبیاء نے ساری عمر لوگوں کو جھنجھوڑا اور خبردار کیا تو کچھ 'سماجی برائیوں' پر نہ کہ "کفر" اور "شرک" کر لینے پر! پس یہ محاذ آرائی جو تم 'مذہب' کی بنیاد پر کرنا چاہ رہے ہو، کبھی ہندومت کو شرک کہتے ہو، کبھی عیسائیت کو دوزخ کا سامان بولتے ہو، کبھی یہودیت کو ہلاکت کا راستہ قرار دیتے ہو... غرض قرآن اور محمد ﷺ پر ایمان نہ لانے کو تم جو اس طرح گھناؤنا بنا کر پیش کر رہے ہو، اس کا تو قرآن میں کوئی ثبوت ہی نہیں! خدا اور اس کے نبیوں کو ماننا یا نہ ماننا لوگوں کا ذاتی مسئلہ ہے بھائی؛ اس پر ان کے ساتھ بگڑ کر دکھانے کی کیا تک ہے؟ یہ تو انبیاء کا طریقہ ہی نہیں؛ انبیاء کے ہاں لوگوں کے ساتھ جو بھی کشیدگی پائی گئی وہ "شرک" وغیرہ ایسے مسائل پر تھوڑی تھی!

یعنی 'کریپشن' کرنے والے کو "برا" کہنے کی دلیلوں سے قرآن بھرا ہوا ہے، 'ٹیکس چوری' کے فعل کو "شر مناک" کہنے کی دلیلوں سے قرآن سرتاسر لبریز ہے، 'سمگلر' سے "نفرت" کرنے اور اس کو "برا" کہنے پر دین کے اندر اجماع ہے اور قرآن میں اس کے لیے شروع سے لے کر آخر تک "جہنم کی وعیدیں" بھری ہوئی ہیں... البتہ "کفر" کرنے والے کے لیے، "بت پوجنے" والے کے لیے، "خدا اور اس کے نبیوں کو نہ ماننے" والے کے لیے تو قرآن میں اول تا آخر "پیار محبت" اور "اپنائیت" کی تاکیدیں ہیں!?!

مختصراً... کفر اور شرک کی شاعت ہی اب تم اپنے دین سے نکال دو!!!

تو کیا کبھی کوئی ایسا دن آئے گا جب مسلم میڈیا "رب العزت کے ساتھ شرک کرنے والے" کو اُس درجہ میں کو سے گا اور "محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والے" کے خلاف اس

درجہ میں تحریک چلائے گا جس درجہ میں یہ ’کریپشن‘ اور ’سنگنگ‘ کے خلاف بولتا اور تحریک چلاتا ہے؟! ان شاء اللہ جس دن یہاں مسلمان میڈیا ہو گا اُس دن یوں ہی ہو گا۔ جس دن یہاں نظام تعلیم مسلمان ہو گا اس دن یہاں کے نونہالوں کو ”رب العزت اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر“ کو اسی شاعت کی نظر سے دیکھنا سکھایا جائے گا جس شاعت کی نظر سے اس کو سماجی ناانصافی، یا ’ٹیکس چوری‘ کرنے والے کو دیکھنا سکھایا جاتا ہے؛ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ زور اور شدت کے ساتھ (وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)۔

یہ ’جرائم‘ (مانند ’کریپشن‘، ’سنگنگ‘، و ’ٹیکس چوری‘ وغیرہ) چونکہ ”انسان دیوتا“ کے حق میں ایک پاپ ہے لہذا ہیومن اسٹ میڈیا اور ہیومن اسٹ نظام تعلیم اس پر آسمان سر پر اٹھا لینا اپنا کارِ منصبی جانتا ہے۔ کسی چیز پر ”ایمان“ اور ”اعتقاد“ رکھنا درحقیقت یہی ہے۔ ”ایمان“ اور ”اعتقاد“ جس بھی چیز پر ہو، لازماً بولتا ہے۔ کبھی ہونہیں سکتا ایک چیز پر آدمی کا ”ایمان“ ہو اور وہ اس کی ”ولاء اور براء“ (دوستی و دشمنی) کی بنیاد نہ ہو۔ یہ طبعی حقیقتیں ہیں جو خود بخود بولتی ہیں؛ ایسی واضح باتوں پر ’دلائل‘ دینے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ یہ لوگ بھی جس دن ”توحید“ پر ایمان لائیں گے، اور جس دن یہ ”محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لانے“ کے حکم شرعی کو تسلیم کریں گے اُس دن آپ دیکھیں گے ان کی مخالفت اور موافقت کا حوالہ خود بخود ”قرآن اور محمد ﷺ“ ہو گئے ہیں اور ان کی ”ولاء اور براء“ خود بخود اسلام اور توحید ہو گئی ہے۔ فی الحال انہیں ”کافر“ کو برا جاننے اور ”کفر“ کے خلاف محاذ آرا ہونے کے دلائل پورے قرآن میں کہیں نظر نہ آئیں گے؛ اس وجہ سے نہیں کہ خود ان کو قرآن کے اندر اس مسئلہ کی تلاش ہے، بلکہ اس لیے کہ ہم موحدین کا منہ بند کرنا مقصود ہے!

”پورے قرآن“ پر اس حوالے سے ہم پھر کسی وقت بات کریں گے؛ یہاں ان کے لیے قرآن سے صرف ایک حوالہ حاضر ہے؛ چاہیں تو غور کر لیں... کہ ”ایمان“ اور ”کفر“ کی بنیاد پر خلق خدا قرآن میں کیونکر تقسیم ہوتی ہے اور ذم و توخی اور مدح و ستائش کی سب سے بڑی بنیاد قرآن کے اندر کیا ہے... آخری پارے کی ایک چھوٹی سی سورت جو ہمارے بچے کو یاد ہوتی ہے مگر جس کا مفہوم شاید ہمارے بڑے بڑوں کو بھولا ہوا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشُّرَكِيِّينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ - إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (البينة: 6، 8)

بے شک جتنے کافر ہیں، کتابی اور مشرک، سب جہنم میں جانے والے ہمیشہ اس کی آگ میں رہنے والے ہیں۔ یہ مخلوقات میں بدترین ہیں۔
بے شک جو ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے، وہ مخلوقات میں اعلیٰ ترین ہیں۔

حواشی

۱ تفسیر طبری سے چند ماثور اقوال (مستند تفسیری اقوال) بابت سورہ فاتحہ کی آخری آیت:

اثر نمبر 190: ابن عباس نے کہا: انعمت علیہم سے مراد ہے: ایمان لانے والے

اثر نمبر 191: وکیع نے کہا: انعمت علیہم سے مراد ہے: مسلمان لوگ

اثر 192: عبدالرحمن بن زید نے کہا: انعمت علیہم سے مراد ہے: محمد ﷺ اور آپ کے ساتھ والے۔

اثر 193، 194: عدی بن حاتم سے روایت ہے، کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: المغضوب

علیہم سے مراد ہے یہود۔

اثر 195: عدی بن حاتم سے روایت ہے، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اللہ کے کلام

میں ”غیر المغضوب علیہم“ کا جو لفظ ہے اس سے مراد کون ہیں؟ فرمایا: یہود۔

اثر 200: روایت ابن عباس سے، کہا: غیر المغضوب علیہم سے مراد ہے یہود، انہی پر اللہ کا غضب ہوا۔

اثر نمبر 201: ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر صحابہ سے روایت ہے: کہا: غیر المغضوب علیہم سے

مراد ہے: یہود۔

اثر 207: عدی بن حاتم سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ولا الضالین سے

مراد ہے: نصاریٰ۔

اثر 209: عدی بن حاتم سے روایت ہے، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے کلام میں ”ولا

الضالین“ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد ہیں نصاریٰ۔

اثر 216: ابن جریج سے روایت ہے، کہا: فرمایا ابن عباس نے: ضالین سے مراد ہیں نصاریٰ۔

اثر 217: ابو صالح حضرت عبد اللہ بن عباس سے، اور مرہ ہمدانی حضرات عبد اللہ بن مسعود سے

روایت کرتے ہیں، نیز دیگر صحابہ سے مروی ہے: کہ ضالین سے مراد ہے: نصاریٰ۔

ان مستند تفاسیر کی رو سے مسلمان ہر روز، بلاناغہ، پانچ بار نماز میں، اور نماز کی ہر رکعت میں، دست

بستہ، خدا سے مانگی ہوتا ہے کہ وہ اسے یہود اور نصاریٰ کی راہ سے اپنی پناہ میں رکھے اور صرف اور صرف

محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ہی راستے پر رکھے۔ یعنی ان دو راستوں کا تصادم اس قدر واضح ہے

اور اس قدر واضح رکھا جا رہا ہے کہ ہر رکعت کا حصہ بنا دیا گیا۔ پس ایک مسلمان ہر چند ساعت بعد یہود اور

نصاریٰ سے اپنی بیزاری کا اعادہ کرتا اور ان کے ساتھ راستے کا اشتراک رکھنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہے۔

ب البتہ اس 'نزع' کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسا پڑی ایک خاص فریق کے ہاتھ میں رہے گی جس کو 'مذہب ہیومن ازم' کے پنڈت کہتے اور جو کہ "انسان" کے نام پر ویسی ہی 'دکانیں' لگاتے، ویسا ہی 'جھوٹ سچ' بولتے اور ویسا ہی 'خون' بہاتے ہیں جو اس سے پہلے "خدا" کے نام پر ہوتا رہا۔ کے معلوم نہیں کیپٹل ازم اور کمیونزم کی جنگ میں معبود ہر دو طرف یہی 'انسان' اور 'نیچر' تھی جس نے مغربی بلاک پر کچھ 'وحی' کی تو مشرقی بلاک پر کچھ اور! چلئے "خدا" کی تو یہ شان ٹھہری کہ اس فانی جہان میں وہ یوں مخلوق کے روبرو نہ آئے کہ یہاں ہر کسی سے ہم کلام ہو {وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مَنْ يُشَاءُ مَنْ يَشَاءُ فَأَلَمُوا بِاللَّهِ وَرُؤْيَاهُ إِنَّ تَأْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَالْكُفْرُ أَجْوَ عَظِيمٌ (آل عمران: 179) "اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ وہ تم سب کو غیب کا علم دے دے؛ (تمہیں غیب سے مطلع کرنے کے لیے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے منتخب کرتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر ہی۔ اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کر لو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے" (اور اسی "بڑے ثواب" میں یہ شامل ہے کہ ایک دن یہ آدم زاد اس ذات کبریاء سے اور وہ اس سے ہم کلام ہو۔ پس مالک کا انسان سے ہم کلام ہونا ایک "ثواب" اور "جزاء" ہے جو کہ اس کی شرطوں کو پورا کرنے کا انعام ہے اور اس کی شرط ہے: بن دیکھے اس پر ایمان، اور اپنی دنیا میں اس کے رسولوں کی پزیرائی، اور زمین پر ایک پرہیز گاری کی زندگی؛ جس کے نتیجے میں وہ لازماً ایک دن اس کو اپنے حضور باریابی بخش دے گا اور اس سے باقاعدہ ہم کلام ہو گا اور اس کی ہر ہر خواہش پوری کرے گا اور خود اپنے پاس سے اس کو بہت کچھ دے گا۔ البتہ وہ انسان جو مالک کی شرطوں کو پورا کرنے کی بجائے اللہ مالک پر "شرطیں" لگائے کہ وہ یہاں آکر ہر انسان سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتا، یعنی مالک کا اس سے ہم کلام ہونا مالک کا اس پر انعام اور ثواب نہ ہو بلکہ اس کا مالک پر ڈیمانڈ نوٹس، ہو جس کو پورا نہ کر پانے کی صورت میں مالک کو ہی اسکے 'الثقات' سے محروم رہنا ہو؛ جبکہ اس کے اسکی جانب پیغمبر بھیج دینے اور کتابیں نازل فرمادینے سے اس کا وہ "ڈیمانڈ نوٹس" پورا نہ ہوتا ہو... تو ایسے شخص کو بھی وہ حکمت اور دانائی کا مالک بھولا نہیں ہے؛ اس کیلئے بھی اس نے 'بہت کچھ' تیار کر رکھا ہے، صرف اسکے وہاں پہنچنے کی دیر ہے، اسکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ زمین کس کی تھی، یہ جان کس کی ڈالی ہوئی تھی، یہ 'نیچر' کس کے کہنے پر اسکا پانی بھرتی تھی اور یہ "مہلت" اسکو کس مقصد کے لیے ملی ہوئی تھی!)، غرض مالک کی تو یہ شان ٹھہری کہ وہ یہاں اس سے براہ راست ہم کلام نہ ہو بلکہ اسے آنکھیں، کان، دل اور دماغ دے دینے اور اپنی قدرت کی نشانیاں ہر طرف پھیلا دینے کے بعد "رسول" بھیجے اور "کتابیں" نازل فرما دینے پر ہی فی الحال اکتفا کرے؛ اور یوں اپنی پہچان کرانے میں ہی اس کا ایک نہایت

خوبصورت و پر لطف امتحان کرے؛ پس وہ ذاتِ کبریاء تو سامنے نہیں آتی تو اس کی کوئی وجہ ہے... یہ 'نیچر ماتا' اور 'انسان دیوتا' تو ہمیں پایا جاتا ہے؛ اس کی 'وحی' بھی اس قدر مختلف؟! کہ اس دیوتا سے ملنے والی 'وحی' کی اتباع میں ہر دو فریق (سرد جنگ کے دو فریق، جن کے مابین تقریباً پورا 'گلوب' تقسیم ہو گیا تھا) ایک دوسرے کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے تک چلے جائیں... اور "انسان دیوتا" سہا ہوا، پون صدی تک اس پر ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم"!

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کمیونسٹ بلاک کے گھٹنے ٹیک دینے کے بعد "انسان" کے نام پر بہایا جانے والا خونِ بظاہر کچھ تھم گیا ہے... تو اس کو 'یونی پور' ورلڈ کا کمال کہئے! کوئی بھی ایک فریق دنیا میں 'آل ان آل' ہو جاتا ہے تو کچھ دیر کے لیے ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے؛ اس میں تعجب کی کیا بات؟ (ایسی گرمی اور گھٹن میں کسی نئی جنگ کی گھنائیں ضرور اٹھ رہی ہوتی ہیں جو اپنے تشکیل پانے میں ذرا وقت لیتی ہیں، البتہ لوگ ان کی طرف توجہ اسی وقت کرتے ہیں جب وہ "برسنے" ہی کے لیے چڑھ آئیں۔) ہم کہتے ہیں، "خدا" کو ماننے والا کوئی فریق بھی اگر اس قدر غالب آجائے جتنا سرد جنگ کے اختتام پر کیپٹل اسٹ بلاک غالب اور سر چڑھ کر بولنے لگا ہے تو دنیا میں 'کسی بڑی جنگ' کے خطرات اتنے سے ضرور ٹل سکتے ہیں جتنے سے اس وقت 'ٹلے ہوئے' دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ وہ سچا مہربان خدا جس کی خبر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے دی ہے، اُس کو ماننے والے اگر کسی وقت زمینی عمل پر اس حد تک غالب آجائیں جتنا اس وقت کیپٹل بلاک غالب آیا ہوا ہے تو ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ زمین صدیوں تک کے لیے فی الواقع امن اور چین کا گوارہ بن جائے۔ اس 'پوسٹ کولڈ وار' سے تشکیل پانے والی ایک جعلی و غیر طبعی صورت حال کا کریڈٹ البتہ اگر 'خدا کو زمین سے بے دخل کر دینے' ایسی ملعون پیشرفت کو دیا جائے تو اس سے بڑا جھوٹ اور گمراہ کن اسلوب کوئی نہ ہو گا جس کے لیے فی الوقت 'دانشوری' کے نام پر تالیاں پیٹی جا رہی ہیں!

ج خود ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آچکا ہے۔ امریکہ کے ایک اسلامک سنٹر کو دیکھنے کے لیے آئی ہوئی ایک بڑے مقبول چرچ کی پادری عورت کے ساتھ گفت و شنید میں جب ہماری جانب سے اس کو ایک قولِ مسیح (متی، باب 10، جملہ 34 <http://moizat.org/urdu-bible/matthew-10>) کا حوالہ دیا گیا کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر امن کرانے آیا ہوں۔ امن کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں"۔ ہمارا کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے زمین پر اپنے تمام تر عرصہ کے دوران کسی قتال میں حصہ نہیں لیا، اب لامحالہ اپنے نزول کے بعد وہ اپنے 'منکروں' کے ساتھ قتال فرمائیں گے، اور یہ بات ہمارے نبی ﷺ کی دی ہوئی خبر کے بالکل مطابق بنتی ہے۔ 'مسیح کے منکروں' سے ہمارا اشارہ وہ عورت صاف سمجھ گئی۔ امن peace کی گردان کرنے والی وہ عورت جو 'مدہ ہی جنگ' کو

انسانیت کے حق میں ایک سنگین جرم، اور مسیح کو ”امن عالم“ اور ”مذہبی جنگوں کو غلط ٹھہرانے“ پر تاریخ عالم کا سب سے بڑا حوالہ قرار دے رہی تھی، بائبل کے اس حوالے پر ہماری تصحیح کرنے لگی:

’مگر ہم اس کو ’لٹرل تفسیر‘ کے ساتھ نہیں لیتے؛ اس سے مراد یہ نہیں۔ یہاں ہم ”تلوار“ سے مراد لیتے ہیں: ’علم کی قوت‘۔

یعنی جان ہی چھوٹی!

یہ ہے تفسیر کا ’تمثیلی‘ منہج figurative study of the text جو اس وقت یہود و نصاریٰ کے کثیر مذہبی پیشواؤں کے ہاں مقبول ہے۔ اسے دیکھ کر ہم اپنے ذہن میں سوچ رہے تھے کہ اُن کی یہ ’تمثیلی تفسیر‘ ہماری ”باطنی تفسیر“ کے آگے کیا ہے؛ کبھی وہ ہمارے (بعض) ملحد صوفیہ اور رافضہ کی تفسیر سن لیں تو اس پر سر ہی دھنیں؛ اور کیا بعد اس کے احیاء کا وقت بھی ایک بار پھر آیا چاہتا ہو!

۱۔ یہی بات ہمارے نبی ﷺ کے دفاع کیلئے مشہور یہ برطانوی مستشرقہ اپنے اس مضمون میں کہتی ہے:

On Muhammad’s treatment of Banu Qurayzah, a jewish tribe

The massacre of the Qurayzah was a horrible incident, but it would be a mistake to judge it by the standards of our own time.

This was a very primitive society: the Muslims themselves had just narrowly escaped extermination, and had Muhammad simply exiled the Qurayzah they would have swelled the Jewish opposition in Khaybar and brought another war upon the ummah. In seventh-century Arabia an Arab chief was not expected to show mercy to traitors like the Qurayzah. The executions sent a grim message to Khaybar and helped to quell the pagan opposition in Medina, since the pagan leaders had been the allies of the rebellious Jews. This was a fight to the death, and everybody had always known that the stakes were high. http://www.globalwebpost.com/farooqm/study_res/karen_arm/qurayzah.html

آگے چل کر وہ یہ واضح کرتی ہے کہ یہود کے ساتھ یہ کوئی مذہبی منافرت نہیں تھی بلکہ ایک قبائلی و سیاسی معاملہ تھا۔ واضح رہے، ہمارا یہ مقصد نہیں کہ یہ عورت لازماً بد نیت ہے۔ ایک غیر مسلم عورت نبی ﷺ کے ’دفاع‘ میں واقعتاً کچھ غیر معمولی حدوں تک گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے (معاذ اللہ) اس سے ملتے جلتے ’عذر‘ تو اب آپ بہت سے ’مسلمانوں‘ سے سنیں گے یہ عورت تو پھر غیر مسلم ہے! (کہیں کہیں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ درپردہ مسلمان ہے)۔ یہ امکان بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ غیر مسلم ہونے کے باوجود وہ ہمارے نبی ﷺ سے غیر معمولی طور پر متاثر

ہوئی ہو اور آپ پر اٹھنے والے جن اعتراضات کا جواب صرف ”آپ کی رسالت“ پر ایمان ہی کے پیراڈائٹم میں رہتے ہوئے دیا جاسکتا تھا وہاں اس نے کچھ اس انداز سے توجیہ کر لینے کی کوشش کی ہے۔ ایسا یقیناً ممکن ہے۔ لیکن کیا خیال ہے جس انداز میں ہمارے پڑھے لکھے آر مسٹر انگ کو اپنے نبی کا دفاع کرتا دیکھ کر خوشی سے اچھل رہے ہوتے ہیں، ہمارے یہ ”محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان“ رکھنے والے بھی و فور جذبات میں اسی پیراڈائٹم کے خریدار بن جائیں... تو کیا ہو!

۷۔ سب سے بڑھ کر حیرت البتہ ہمارے ان ’علمائے توحید‘ پر ہوتی ہے جو یورپ کے دیے ہوئے اس دین جدید کو ”شُرک“ کہنے سے گریزاں ہیں! یعنی وہ پرانا انسان جو ”خدا“ کے نام پر جھوٹ بھی گھڑتا ہے تو اس لیے کہ ”خدا“ کی اس کے ہاں کوئی حیثیت ہے، اُس کی نظر میں ایک چیز بہت اعلیٰ حیثیت میں ”سچائی“ تسلیم ہی نہیں ہو سکتی جب تک اس چیز کی نسبت خدا سے نہ ہو، نیز وہ اپنے اور خدا کے مابین ”واسطے“ گھڑتا اور ان کے در کا سوالی ہوتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں خدا کے تقرب کا ذریعہ“ بنیں... تو یہ تو ہوا شرک اور عبادتِ طاغوت۔ البتہ جو خدا کی ایسی کسی بھی حیثیت کو نہ مانے، اور جس کی نظر میں خدا کے نام پر سچ کی کوئی ایسی بڑی اہمیت ہے اور نہ جھوٹ کی؛ جس کے نزدیک خدا کے در تک پہنچانے والے واسطوں کی ضرورت تو بعد میں ہوگی خود ”خدا“ ہی کی کوئی ایسی ضرورت نہیں؛ یہ بڑی دیر سے خدا کی اس مرکزیت ہی کو ختم کر کے اس کی جگہ پر ”انسان“ کو فائز کر چکا جو اب اس کی نظر میں ایک مستقل بالذات ہستی ہے اور اپنے سب فیصلے کرنے میں مکمل طور پر آزاد... تو اس کو ”شُرک“ اور ”عبادتِ طاغوت“ کہنا ہمارے ان نیک حضرات کی نظر میں شدت اور انتہا پسندی ہے!

۹۔ مثال کے طور پر ”المورد“ جس کی ’تحقیق‘ بڑے عرصے سے اس نقطے پر پہنچی ہوئی ہے کہ آج کے ہندوؤں کو مشرک کہنا خلاف شریعت ہے... یہ لوگ اب اس ’اجتہاد‘ کے کنارے آکھڑے ہیں کہ ’غیر مسلم‘ ہندوؤں کو شریعت کے کن ابواب میں کافروں والے احکام دیے جائیں اور کن ابواب میں مسلمانوں والے احکام۔ (البتہ ہے یہ ایک اجتہاد؛ جس میں آپ اس طرف کو بھی جاسکتے ہیں اور اُس طرف کو بھی!)۔ چنانچہ المورد سے الحاق شدہ ایک اجتہاد یہ آچکا ہے کہ ہندوؤں کو چونکہ ہم مشرک ہی نہیں کہہ سکتے لہذا مسلمان عورت کا ایک ہندو مرد سے نکاح بالکل جائز ہے! ان کے ویب سائٹ کی تصویر جس میں یہ ’اجتہاد‘ ہوا ہے ہم نے اس ویب لنک پر دی ہوئی ہے:

<http://eeqaz.co/?p=5551> نیز <http://eeqaz.co/?p=5548>

تقسیم عام کیلئے ادارہ ایقاظ سے یہ پمفلٹ طلب فرمائیں:

10 پمفلٹ 100 روپے، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ۔ matbooteeqaz@gmail.com Ph: 0323-4031624